National Council for Promotion of Urdu Language

www.urducouncil.nic.in

ستمبر 2018، قیمت: -/10₹

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

یومِ اساتذہ

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

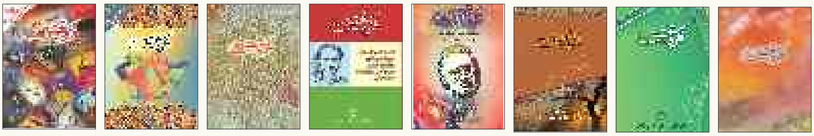

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

اس شمارے میں

مدیر کا خط	آپس کی باتیں		04
بڑوں کی باتیں	بڑوں کی باتیں	ڈاک خانہ	05
یوم اساتذہ	یوم اساتذہ	معصوم زہرا	06
	استاد کی عزت	معین الدین شمسی	09
	میرے استاد: پروفیسر عبدالحمید	صبا منیر	10
	استاد کی عظمت کو سلام	روبینہ ساگر	11
	وہ میرے استاد ہیں	محمد مثنیٰ حارث انصاری	12
مضامین	کرنسی (نوٹ) کی کہانی	انور ادیب	13
	قدرت کا انمول تحفہ: پانی	امتیاز احمد انصاری	17
نظمیں	نیک بچے	محسن باعشن حسرت	20
	آنسو	عبدالباسط	21
	ماں	حیدر بیابانی	21
مضامین	قطب مینار	غفار قادر	22
	ثقلی لہریں	انصاری محمد بلال عبدالرحیم	24
کریئر	ایس ایس سی کے بعد کیا کریں	مومن فیاض احمد غلام مصطفی	29
نظم	کتاب	عبدالناصر	33
کہانیاں	الیکشن	عاصم رضا مقصود اختر	34
	نیکی کسی کی میراث نہیں ہے	طارق محمود مرزا	37
	غریبی	ثنا آفرین	41
باتصویر کہانی	پیڑ پیڑ میرا دانہ دے	سید غلام حیدر	43
کہکشاں	علم کیمیا کے بانی: جابر بن حیان	مصدق حسن ساجد حسین	48
	چمکتے موتی	نصرت جہاں محمد انیس	49
	حلیہ	زیبا ناز	50
	اقوالِ زرّیں	مسکان بی سید خالق	51
	خطرناک غلطیاں	محمد تنویر رضا برکاتی	52
	انمول باتیں	انصاری صبا تحسین	53
	پھرتیلا و چالاک جانور چیتا	محمد عرفان ملک	54
	ہنسی کے غبارے		56
ننھے فنکار	نیت	شیخ سمرین فاطمہ محمد	57
	پہلے کام پھر آرام	عرشیہ بی شیخ افضل	59
		بچوں کی پینٹنگ	60
آپ کی باتیں		فیس بک	62

بچوں کی دنیا

جلد: 6　شمارہ: 9　ستمبر 2018

مدیر: پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

نائب مدیر: ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارتِ ترقی انسانی وسائل، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،

جسولہ، نئی دہلی-110025

فون: 49539000

شعبہ ادارت: 11-49539009

ای میل

bachonkiduniya@ncpul.in

editor@ncpul.in

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم

نئی دہلی-110066

فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002

فون: 040-24415194

آپس کی باتیں

پیارے دوستو!

آپ میں سے بہتوں کو علم ہوگا کہ ستمبر کی 5 تاریخ ہمارے لیے اس لیے بہت اہم ہے کہ اِسی تاریخ کو ماہرِ تعلیم اور ملک کے دوسرے صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن کے یومِ پیدائش کی مناسبت سے یومِ اساتذہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ بچوں کے ذہن پر اساتذہ کی عظمت کو نقش کیا جاسکے اور یہ احساس دلایا جاسکے کہ یہی اساتذہ ہوتے ہیں جو بچوں کے مستقبل کی پیشانی پر محبت اور شفقت سے ایسی عبارتیں تحریر کرتے ہیں جن سے بچوں کی زندگی کو ایک نئی توانائی اور روشنی ملتی ہے اور یہی عبارتیں بچوں کے روشن مستقبل کی ضمانت ہوتی ہیں۔ بچے اگر اپنے اساتذہ کے بتائے ہوئے راستے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں تو ان کے راہ کی ساری دشواریاں دور ہوجاتی ہیں اور وہ مستقبل میں اپنے ملک اور معاشرے کا نام بھی روشن کرتے ہیں اور ایک نئی تاریخ رقم کرتے ہیں جس سے اساتذہ کو بھی خوشی ہوتی ہے۔ پرانے زمانے میں استاد کی اتنی اہمیت تھی کہ کوئی ایک لفظ بھی سکھا دیتا تھا تو پوری زندگی طالب علم اس کا احسان مند ہوتے تھے۔ چونکہ اس ایک لفظ کی بھی قیمت بہت زیادہ ہوتی تھی مگر آج بہت ساری تبدیلیاں آگئی ہیں۔ طلبا اور اساتذہ کے رویے میں جو ایک بدلاؤ آیا ہے اس سے دونوں کے رشتے کی معنویت مجروح ہوئی ہے۔ جبکہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ استاد کو لوگ اپنے والدین سے بھی زیادہ عزت اور اہمیت دیتے تھے۔ ایک واقعہ ہے کہ سکندر سے کسی نے پوچھا کہ آپ اساتذہ کی اتنی زیادہ عزت کیوں کرتے ہیں جبکہ خود آپ اتنے عظیم ہیں۔ سکندر نے جواب دیا کہ ماں باپ نے اسے زمین پر ضرور پیدا کیا ہے لیکن استاد نے اسے زمین سے آسمان تک پہنچایا ہے۔ یہی اساتذہ ہوتے ہیں جو اپنے طلبا کو نئی بلندیاں عطا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن کے افق کو وسیع کرتے ہیں مگر آج طلبا کا حال یہ ہے کہ اپنے اساتذہ کا مذاق تک اڑانے سے گریز نہیں کرتے۔ اِسی وجہ سے تعلیم کا معیار بھی گھٹ رہا ہے اور حصول علم کا شوق بھی کم ہوتا جارہا ہے۔ ہمیں اپنے اساتذہ کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ ان کے احترام سے ہمیں بھی معاشرے میں عزت اور اہمیت ملتی ہے۔ ہماری پہچان اساتذہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ہم اپنے اساتذہ کی جتنی تعظیم کریں گے اتنا ہی ہمارے لیے بہتر ہوگا۔

دوستو! اگر آپ مستقبل میں کچھ کرنا چاہتے ہیں، تعلیم کی نئی نئی منزلیں طے کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اساتذہ سے رشتے استوار رکھیں۔ ہر معاملے میں ان سے مشورہ کریں۔ اپنے کریئر کے بارے میں ان سے پوچھیں، وہی آپ کے بہترین راہ نما ثابت ہوں گے۔ ان کی ہدایت کے مطابق چلیں گے تو یقیناً اعلیٰ منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوں گے۔ آپ اپنے خوابوں میں حقیقت کا رنگ بھر سکیں گے۔ ہر فرد کا ایک خواب ہوتا ہے اور وہ خوابوں کی تکمیل کے لیے نہ جانے کیسی کیسی مصیبت بھری راہوں سے گزرتا ہے۔ بڑی اذیتیں ہوتی ہیں، بڑے کٹھن راستے ہوتے ہیں، بہت سے مرحلے ایسے آتے ہیں جب حوصلہ ٹوٹ سا جاتا ہے۔ ایسے موقعے پر اساتذہ کی ہدایتیں اور مشورے بہت کام آتے ہیں۔ اسی لیے آپ یہ عہد کر لیجیے کہ اساتذہ خواہ جس سطح اور معیار کے بھی ہوں، احترام کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔

’بچوں کی دنیا‘ کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ہمارے پاس امریکہ، برطانیہ، پاکستان اور دیگر ممالک سے بھی خطوط آتے ہیں۔ بچوں کے مقبول اور بزرگ ادیب بھی اپنی تحریریں بھیج رہے ہیں۔ ’بچوں کی دنیا‘ کی اس کامیابی کا سارا سہرا ان ننھے منے قارئین کو جاتا ہے جو پابندی کے ساتھ نہ صرف ’بچوں کی دنیا‘ پڑھتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی پیاری تحریروں سے بھی نوازتے ہیں۔ آپ کے خطوط کا ہمیں ہمیشہ انتظار رہتا ہے، امید ہے کہ آپ برابر ہمیں خط لکھتے رہیں گے۔

آپ کا

پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

ڈاک خانہ

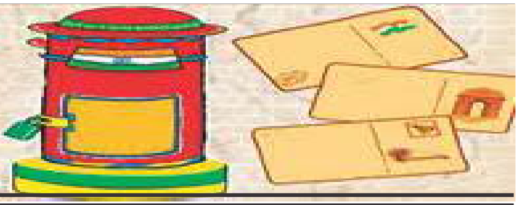

❑ انٹرنیٹ کے توسط سے اگست کا شمارہ پڑھا۔ بچوں کے لیے ایک دلچسپ دنیا آباد کردی ہے۔ تازہ شمارے میں جشن آزادی کے تحت دی گئی تحریریں متاثر کرتی ہیں اور بچوں کو یوم آزادی کی اہمیت کا احساس کراتی ہیں۔ ان کے علاوہ نیپاہ وائرس اور پانی پر لکھے گئے مضامین بہت معلوماتی ہیں۔ عطیہ بی اوراظہر نیر کی کہانیاں بہت پسند آئیں۔ خوفناک ٹیرر برڈ پر اچھی معلومات شائع کی گئی ہے۔ بچوں سے متعلق خبروں کا بھی ایک کالم ہونا چاہیے۔

نیر یحییٰ خان، آزادنگر، مانگو، جمشید پور، جھارکھنڈ

❑ 'بچوں کی دنیا' بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کے لیے بھی دلچسپی کا سامان لے کر آیا ہے۔ سبق آموز کہانیاں، پیاری نظمیں، رنگین کارٹون وغیرہ نے اس رسالے کو سب سے ممتاز رسالہ بنا دیا ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ تھوڑی بہت اردو جاننے والا بچہ بھی آسانی سے اس رسالے کو پڑھ سکتا ہے۔ جن بچوں کے اسکولوں میں اردو نہیں اگر وہ بھی بچوں کی دنیا کا مطالعہ شروع کردیں تو اردو آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔ انھیں تھوڑی رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ میں کونسل سے درخواست کروں گا کہ اس رسالے کا اخبارات اور دیگر ذرائع میں زیادہ سے زیادہ اشتہار دیں تاکہ ہر گھر میں یہ رسالہ پہنچ سکے۔ ان اسکولوں میں بھی یہ رسالہ ضرور جانا چاہیے جہاں بچے اردو پڑھ رہے ہیں۔ رسالے کے لیے میری نیک خواہشات۔

منظر علی خاں، بی 314، گلی نمبر 13/7، سبھاش محلّہ، شمالی گھونڈا، دہلی 53

❑ ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' بابت مئی 2018 ملا۔ کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ بتانا چاہوں گا کہ تقریباً ایک سال میں لکھنے پڑھنے سے 'خدا نخواستہ' معذور نہیں، یہ کہنا مناسب لگتا ہے کہ اس گریز کا عذر موجود ہے۔ لکھنا بھی مشکل اور پڑھنا بھی مشکل۔ اخبارات و رسائل آتے ہیں، دیکھتا ہوں، ورق الٹتا ہوں اور 'باقی پھر' کے خانے میں ڈال دیتا ہوں۔

اب عرض کروں گا 'بچوں کی دنیا' کا مذکورہ بالا شمارہ ملا۔ گوشۂ اسٹیفن ہاکنگ پورا، پوری دلچسپی سے پڑھا۔ آخری مضمون طویل تھا، نظر تھک گئی اور سر بھنا گیا۔ ایک مہم تھی سر کرلی، ایک نادر شخصیت پر انگریزی میں یا ٹی وی پر ملنے والی معلومات کے بعد یہ سب بہت نیا اور تازہ اور معلومات بھرا لگا۔ دادو تحسین دوں گا۔ خوب۔ بہت خوب! میں تو کہوں گا 'بچوں کی دنیا' ایک ایسا رسالہ ہے جسے بڑے/بوڑھے بھی پڑھ کر شاد نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر مقصود الٰہی شیخ، 24 پارک ہل ڈرائیو، بریڈفورڈ، برطانیہ

یومِ اساتذہ

معصوم زہرا

یوں تو ہر دن انسانی زندگی کے لیے اہم ہے، لیکن کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جن کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں ایسے ہی کئی اہم دن ہیں۔ لیکن یومِ اساتذہ کو زیادہ اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ انسانی زندگی کو باوقار بنانے میں تعلیم کا اہم کردار ہوتا ہے۔ بہتر تعلیم اچھے استاد سے ہی مل سکتی ہے۔ استاد اپنی محنت سے اپنے شاگرد کی زندگی کو سنوارتا ہے۔ استاد کو یاد کرنے کے لیے ہر سال 'یوم اساتذہ' 5 ستمبر کو ملک بھر میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر تعلیمی و ثقافتی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں اور ایک قابل احترام پیشے سے جڑے اساتذہ کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ آیئے اب یومِ اساتذہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔

ہندوستان کے دوسرے صدر جمہوریہ ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن کے یوم پیدائش 5 ستمبر کو ہر سال 'یوم اساتذہ' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی پیدائش 5 ستمبر 1888 کو چنئی سے تقریباً 100 کلومیٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے تروتانی میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام سروپلی وی راماسوامی اور ماں کا نام محترمہ سیتا جھا تھا۔ راماسوامی ایک غریب برہمن تھے اور تروتانی قصبے کے زمیندار کے یہاں ایک عام ملازم کی طرح کام کرتے تھے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن اپنے والد کی دوسری اولاد تھے۔ ان کے چار بھائی اور ایک چھوٹی بہن تھی۔ چھ بہن، بھائیوں اور ماں باپ کو ملا کر آٹھ افراد پر مشتمل اس خاندان کی آمدنی بہت کم تھی۔ اس کے باوجود ڈاکٹر رادھا کرشنن تعلیم حاصل کرنے میں پوری لگن اور دلچسپی کے ساتھ لگے رہے اور کامیابی حاصل کرتے رہے۔ رادھا کرشنن نہ صرف ماہر تعلیم تھے، بلکہ وہ عظیم سیاسی لیڈر بھی تھے۔ وہ آزاد ہندوستان کے پہلے نائب صدر بنائے گئے۔ ڈاکٹر راجندر پرساد کے بعد 1962 میں انھیں ملک کے دوسرے صدر بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ رادھا کرشنن اپنی علمی صلاحیت کی وجہ سے کئی میدانوں میں ماہر تسلیم کیے جاتے تھے۔ ان کے اندر جہاں ایک فلسفی ہونے کی خصوصیت پائی جاتی تھی وہیں وہ ایک اچھے استاد بھی تھے۔ استاد کے طور پر وہ کئی تعلیمی عہدوں پر فائز رہے۔ ان میں کلکتہ یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی قابل ذکر ہے۔ انھیں بھارت رتن کا اعزاز بھی دیا گیا۔ وہ اپنے مطالعے کا نچوڑ اپنی

کتابوں میں لکھا کرتے تھے۔ ان کا تعلیمی سفر ان کی عملی زندگی پر بھی اثر انداز رہا۔ وہ ہمیشہ اعلیٰ تعلیمی قدروں کی باتیں کرتے تھے اور عوام کے اخلاق کو بہتر بنانے کے لیے فکرمند رہتے تھے۔

ان دنوں جب تعلیم کا معیار کم ہوتا جا رہا ہے اور استاد و شاگرد کے درمیان رشتوں کی پاکیزگی کو گہن لگ رہا ہے، استاد کے مرتبے کو یاد کر کے پھر سے ایک نئی بیداری پیدا کی جاسکتی ہے۔ جب وہ صدر بنے تھے، تب کچھ شاگرد اور پرستار ان کے پاس گئے اور گزارش کی کہ وہ ان کے یوم پیدائش کو یوم اساتذہ کے طور پر منانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے یوم پیدائش کو یوم اساتذہ کے طور پر منانے سے یقیناً میں فخر محسوس کروں گا۔ تب سے 5 ستمبر پورے ملک میں یوم اساتذہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔

تعلیم کے میدان میں ڈاکٹر رادھا کرشنن نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ انھیں تعلیمی میدان میں ایک لمبا تجربہ تھا۔ اگرچہ وہ ایک جانے مانے دانشور، استاد، مقرر، منتظم، سفارت کار، محبِّ وطن اور ماہر تعلیم تھے، تاہم اپنی زندگی کے آخری ایام میں متعدد اعلیٰ عہدوں پر کام کرتے ہوئے بھی تعلیم سے متعلق سرگرمیوں میں مسلسل حصہ لیتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر صحیح طریقے سے تعلیم دی جائے تو سماج کی متعدد برائیوں کو مٹایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن کہا کرتے تھے کہ محض جانکاریاں دینا تعلیم نہیں ہے۔ اگرچہ جانکاری بھی اہم ہوتی ہے، لیکن فرد کے ذہنی میلان اور اس کے جذبات و احساسات کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ یہ باتیں کسی بھی فرد کو ایک ذمہ دار شہری بناتی ہیں۔ تعلیم کا مقصد ہے علم کے تئیں لگن کا احساس اور مسلسل سیکھتے رہنے کا خیال۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو آدمی کو علم اور تجربے دونوں عطا کرتا ہے اور اس کی زندگی گزارنے کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ہمدردی، محبت اور بہترین روایات کو فروغ دینا بھی تعلیم کا مقصد ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب تک استاد میں تعلیم کے تئیں وقف اور عزم کا جذبہ نہیں ہوتا اور وہ تعلیم کو ایک مشن نہیں مانتا، تب تک اچھی تعلیم کی امید نہیں کی جاسکتی۔ انھوں نے کئی برسوں تک درس و تدریس کا کام کیا۔ ایک مثالی استاد کی تمام خوبیاں ان میں موجود تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ استاد انھیں لوگوں کو بنایا جانا چاہیے جو سب سے زیادہ دانشور ہوں۔ استاد کو صرف اچھی طرح تعلیم دے کر ہی مطمئن نہیں ہو جانا چاہیے، اسے اپنے طلبا کو پیار اور عزت بھی دینی چاہیے۔ عزت محض استاد ہونے سے نہیں ملتی، اسے حاصل کرنا پڑتا ہے۔

استاد کا کام ہے علم کو جمع کرنا یا حاصل کرنا اور پھر اسے دوسروں میں بانٹنا۔ استاد کو علم کی شمع بن کر چاروں طرف اپنی روشنی پھیلانی چاہیے۔ اسے سادہ زندگی اور اعلیٰ خیالات کی گفتگو کو اپنی عملی زندگی سے ثابت کرنا چاہیے۔ اس کا علم دریاؤں کی طرح روانی رکھتا ہو۔ جس سے علم پسند لوگ فیض یاب ہوں۔

اساتذہ کو یاد کرنے کا یہ دن صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن کے یوم پیدائش کی مناسبت سے جانا جاتا ہے جو کہ بنیادی طور پر ایک استاد تھے اور اساتذہ کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہے۔ وہ ایک سادہ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا لباس سفید کوٹ، پگڑی اور دھوتی ہوا کرتا تھا۔ طلبا ان سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ یونیورسٹی سے رخصت ہونے پر طلبا ایک گھوڑا گاڑی پھولوں سے سجا کر لائے۔ اس میں انھیں سوار کر کے گھوڑوں کے بجائے اپنے کاندھوں پر کھینچ کر اسٹیشن لے گئے اور نم آنکھوں کے ساتھ رخصت کیا۔

یوم اساتذہ

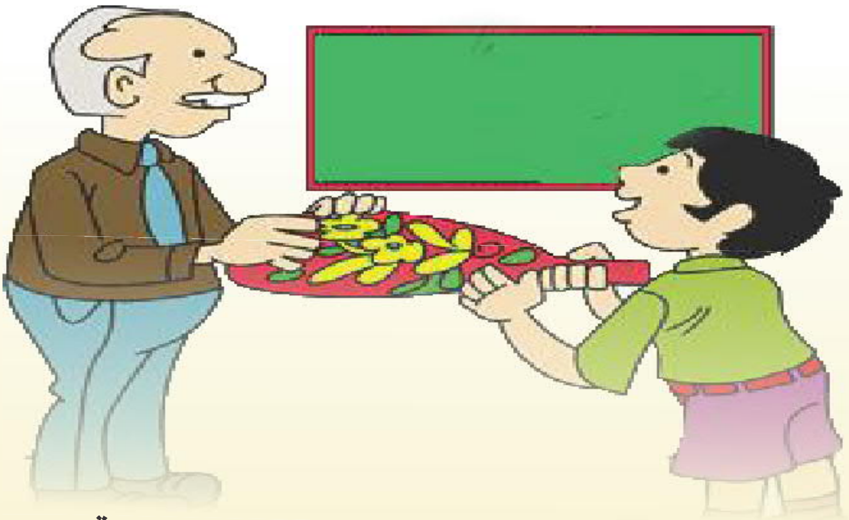

دنیا کے تمام مذاہب میں استاد کی عزت واحترام پر زور دیا گیا ہے۔خاص طور پر اسلامی معاشرے میں تعلیم دینے والے یا سکھانے والے کی جو عزت افزائی کی جاتی ہے، کسی اور مذہب میں نہیں ملتی، اسلام نے اللہ کے حقوق کے ساتھ والدین اور استاد کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ایک موقع پر رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معلم یعنی استاد کا مرتبہ کتنا اہم ہے۔ عام طور پر کسی قانونی بندش کے بغیر اسے تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔

حالانکہ اساتذہ کی عزت اور معیارِ تعلیم میں بھی کافی گراوٹ آئی ہے اور رفتہ رفتہ تعلیم تجارت بنتی جارہی ہے آج کے دن ہونا یہ چاہیے کہ اساتذہ کی حالت بہتر بنانے یا سماج میں انھیں ایک باوقار مقام دلانے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں ان کے کردار کی اہمیت پر دھیان دیا جائے کیونکہ سماج کی تربیت میں جو حصہ ماں ادا کرتی ہے وہی کردار ایک استاد بھی نبھاتا ہے۔ جو بچہ کل کا شہری بنے گا اسے پہلا سبق اپنے استاد سے ہی لینا پڑتا ہے اور اساتذہ کی نگرانی میں بچہ جوانی کی منزل میں قدم رکھتا ہے۔وہ استاد سے صرف کتابی علم حاصل نہیں کرتا بلکہ اخلاق، تہذیب وثقافت کی تعلیم سمیت پوری کردار سازی میں استاد کی رہنمائی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔استاد سے حاصل علم وتجربات کی روشنی میں اپنی زندگی کے سفر کو بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

پیدائش سے لے کر اپنے قدموں پر کھڑے ہونے تک ہر بچہ ماں باپ اور اساتذہ کی رہنمائی کا طلب گار رہتا ہے۔ ایک کامیاب انسان بنانے میں والدین اور خاص طور پر ماں کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے، لیکن دنیا میں ہمارے اردگرد بعض بچے ایسے بھی موجود ہوتے ہیں جن کو والدین کی نعمت میسر نہیں ہوتی، اس لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ بچے جو اس صورتِ حال کا شکار ہیں یا پھر اگر کسی بھی وجہ سے والدین اپنے بچے کی پرورش نہ کر سکیں، تو پھر آخران بچوں کی تربیت کس کی ذمہ داری ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا اساتذہ، تو ایسی صورت میں اساتذہ کی اہمیت اور ان کے کندھوں پر نسلوں کی پرورش کی بھاری ذمہ داری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اچھے معلم کے لیے ضروری ہے کہ نصابی کتب پڑھانے کے ساتھ بچوں کی اخلاقی تربیت پر بھی توجہ دیں۔ ہمارے یہاں اخلاقیات پر بہت کہانیاں لکھی گئی

ہیں، چھوٹے بچوں کو کہانیاں سننے کا شوق بھی بہت ہوتا ہے، استاد خود بھی موقع کی مناسبت سے چھوٹی چھوٹی کہانیاں بنا کر سنا سکتے ہیں۔ ہمارے اردگرد ہر وقت نئی نئی کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ ایک اچھا استاد بڑی آسانی سے اپنے طالب علموں کو حالات سے آگاہ بھی رکھ سکتا ہے اور اچھے برے کی پہچان بھی کروا سکتا ہے۔

بچوں کی نشوونما پر ایک استاد کا کیا اثر ہوسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے ایک اسکول میں تجربہ کیا گیا۔ کلاس میں بچے بڑی اچھی طرح اپنا کام کرتے تھے۔ ان کی خاتون استاد ان کو ہر وقت یہ احساس دلاتی تھی کہ وہ بہت اچھے بچے ہیں۔ دوسری طرف اسی طرح کی ایک کلاس کے بچے کچھ سست ثابت ہوتے تھے۔ کیوں کہ ان کی ٹیچر کہتی تھی کہ تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ تجربے کے طور پر پہلی ٹیچر کو دوسری کلاس کے بچے دے دیے گئے اور دوسری ٹیچر کو پہلی کلاس کے بچے دیے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد پتہ چلا کہ اچھا کام کرنے والے بچوں نے ٹیچر بدلنے کے بعد پڑھائی پر توجہ دینا کم کر دی جس سے وہ ہر ٹیسٹ میں بری طرح ناکام ہونے لگے جبکہ دوسری طرف صورت حال کچھ یوں تھی کہ نالائق بچے ٹیچر کی طرف سے حوصلہ افزائی پا کر بہترین نتائج کا مظاہرہ کرنے لگے۔ اس تجربے کی روشنی میں اس بات کا خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک استاد کی حوصلہ افزائی بچوں پر کیا اثر ڈال سکتی ہے۔ جب اساتذہ اپنا فرض مکمل ایمانداری سے پورا کرتے ہیں، تو اس کے نتیجے میں ان کے شاگردوں کی کارکردگی اس قدر بہتر ہوتی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں پر فخر کرتا ہے۔ ■

Masum Zohra
T-39, Sector-7, Jasola Vihar
New Delhi - 110025

■ معین الدین شمسی

استاد کی عزت

حق کی خاطر لڑنا سیکھو!
باطل سے نہ ڈرنا سیکھو!

مکتب ہے اک اچھا ساتھی
وقت پہ آنا جانا سیکھو

گر سب کا دلارا بننا ہے
استاد کی عزت کرنا سیکھو!

اچھے لڑکوں کی ہے شان
غربت میں بھی ہنسنا سیکھو!

اک دن قابل بن جاؤ گے
خوب لگن سے پڑھنا سیکھو!

عبدالقادر جیلانی سا
نام جہاں میں کرنا سیکھو!

صحت بھی اک نعمت ہے
صبح سویرے اٹھنا سیکھو!

شمسی قمری دنوں نام
بچو! تم بھی گننا سیکھو!

■

Moinuddin 'Shamsi'
M/S. Islamia Middle School
Giridih - 815301 (Jharkhand)

صبا منیر

میرے استاد: پروفیسر عبدالحمید

میں نے کوئی بارہویں کلاس میں سر کے ٹیوشن میں داخلہ لیا تھا۔ پہلے دن جیسے ہی میں کلاس میں داخل ہوئی، نہایت ہی مہذب، ہشاش بشاش اور چہرے پر معصوم سی مسکراہٹ لیے پروفیسر عبدالحمید سر کیمسٹری کا لیکچر دے رہے تھے۔ ان کی شخصیت نے مجھے پہلی بار میں ہی بے حد متاثر کیا تھا۔ سوٹ بوٹ میں بیٹھے قریب 57 برس کے وہ میرے پیارے استاد آج بھی مجھے بہت یاد آتے ہیں۔ سر ہمیشہ طلبا کی حوصلہ افزائی کرتے۔ سر میں طلبا کو پڑھانے کا جوش وخروش اس قدر تھا کہ وہ کبھی پڑھاتے پڑھاتے تھکتے نہیں تھے۔ لیکچر کے آغاز میں جو خوشی ان کے چہرے سے چھلکتی وہی خوشی آخر تک برقرار رہتی۔ سر کے پوچھے گئے سوالات کا اگر کوئی طالب علم صحیح جواب دے دیتا تو کئی بار Very Good, Very Good کہہ کر حوصلہ افزائی کرتے۔ سر حالانکہ مراٹھی میڈیم سے تعلیم یافتہ تھے لیکن اردو اتنی روانی سے بول لیتے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ مراٹھی میڈیم سے تعلیم یافتہ ہیں۔ سر کے بارے میں بہت زیادہ تو نہیں جانتی ہوں لیکن ہاں! ان کی زندگی کا تعلیمی سفر آسان نہ تھا، بے انتہا محنت کے بعد سر اس اونچے مقام تک پہنچے تھے۔ بارہویں کے اس ایک عرصے میں، میں نے ان سے بہت سی سبق آموز و نصیحت آموز باتیں سیکھیں تھیں۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے کہ سوال کا جواب چاہے غلط دو لیکن پورے اعتماد کے ساتھ دو۔ بعض اوقات تو یوں بھی ہوجاتا کہ طلبا گھبراہٹ کے سبب صحیح جواب کو غلط جواب میں تبدیل کردیتے اور سر تھوڑے مایوس سے ہوجاتے۔

سر کی ایک اور بات جس نے مجھے بے حد متاثر کیا وہ یہ کہ ''دین اور دنیا الگ الگ نہیں ہیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم حاصل کرو خدمت خلق بھی عبادت ہے۔'' پروفیسر حمید شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال، شاعر مشرق کے اشعار کو بڑے ہی موثر انداز میں پیش فرماتے۔ یوں لگتا کہ ان کے دل کی آواز ہو جو اقبال کے اشعار کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر دستک دے رہی ہو!

سر کے بارے میں میرا قلم اور زیادہ لکھنے سے قاصر ہے کہ بے شک ان کی عظمت میرے قلم کی محتاج نہیں..... بس صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ پروفیسر عبدالحمید سر نہایت ذمہ دار شخصیت کے مالک اور وسیع النظر تھے۔ واقعتاً استاد ہمارے روحانی والدین ہوتے ہیں۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید سر کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے (آمین)

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

■

Saba Muneer
Maulana Azad College
Rauza Bagh, Abad - 431001 (Maharashtra)

روبینہ ساگر

استاد کی عظمت کو سلام

ڈِبیٹ مقابلے کے لیے جب اسٹیج پر معظم فاتح کو پکارا جانے لگا تو وہ تالیوں کی گونج میں اسٹیج تک آیا تھا۔ آج نئے سال کے آغاز پر اسکول میں تقریری مقابلہ تھا۔ عنوان تھا 'استاد کی عظمت کو سلام'— سبھی بچوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ سب اپنی اپنی تقریر کہہ کر اپنی اپنی سیٹوں پہ جا بیٹھے تھے۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور سبھی کو اب یہ تجسس تھا کہ فرسٹ پرائز کون جیتتا ہے۔ طلبا و اساتذہ کی نظریں سامنے کھڑے معظم فاتح پر تھی۔

"قابل احترام ٹیچر اور میرے پیارے ساتھیو، السلام علیکم! فضا میں اس کی دلکش آواز گونجی تھی "دوستو! آج میں استاد جیسی عظیم ہستی کی محبت و عقیدت کو خراج پیش کرتا ہوں۔ میرا دل استاد جیسے گوہر نایاب کو ہر ہر لمحہ ہر ہر پل گلہائے عقیدت پیش کرنے کو دل چاہتا ہے۔ استاد تو وہ روشن ستارہ ہے جس کے دم سے کائنات میں قمقمے روشن ہیں۔ میں بھی فیوچر میں ایک ایسا ہی ستارہ بننا چاہتا ہوں کیونکہ زندگی کی ہر فیلڈ میں جانے کے لیے ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ استاد تو وہ پھول ہے جو کھو بھی جائے تو اس کی خوشبو ہمیشہ پاس رہتی ہے۔ ہمارے استاد اپنی زندگی کا ہر لمحہ ہر پل ہماری اصلاح میں بتا دیتے ہیں۔"

ہال میں ایک بار پھر تالیوں کی آواز گونج اٹھی تھی:

"پیارے دوستو! میں آپ کو استاد کی عظمت کا ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں۔ ایک دن سکندر اعظم اپنے استاد ارسطو کے ساتھ گھنے جنگل سے گزر رہا تھا۔ راستے میں ایک بہت بڑا برساتی نالا آ گیا۔ بارش کی وجہ سے اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ استاد اور شاگرد کے درمیان بحث ہونے لگی کہ وہ خطرناک نالہ پہلے کون پار کرتا ہے۔ سکندر کا اصرار تھا کہ پہلے وہ جائے گا اور ارسطو کا کہنا تھا کہ پہلے میں جاؤں گا آخر ارسطو نے بات مان لی۔

پہلے سکندر نے نالہ پار کیا اور پھر بعد میں ارسطو نے۔ ارسطو نے اپنے شاگرد سکندر سے پوچھا کہ کیا تم نے مجھ سے آگے چل کر میری بے عزتی نہیں کی۔ سکندر اعظم نے بڑے ادب سے جواب دیا، نہیں استاد محترم میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اگر ارسطو زندہ رہے گا تو ہزاروں سکندر تیار ہو جائیں گے لیکن سکندر ارسطو تیار نہیں کر سکتا۔ معظم فاتح سانس لینے کے لیے کچھ دیر کو رُکا تھا۔ ''ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی سکندر کی طرح اپنے استاد کی عزت و احترام کریں۔ میں بھی استاد کی اس عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ معظم فاتح جوش و جذبات کے ساتھ کہہ رہا تھا ''میرے پیارے ساتھیو! آ و آج ہم نئے سال پر ایک عہد کریں کہ اگر ہماری ذات سے تمھارے اساتذہ کو کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو یا ہم نے کبھی اپنے اساتذہ کی دل آزاری کی ہو تو خدا ہمیں معاف فرمائے اور ہمیں استاد کی عزت و احترام کرنے والا بنا دے۔ (آمین)

اب میں چلتے چلتے ایک شعر کہنا چاہتا ہوں معظم فاتح نے ایک مسکراتی نظر ہال میں بیٹھے لوگوں پر ڈالی۔ تالیوں کا شور و غل کچھ اور بڑھ گیا تھا:

دائم و آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہوگا

معظم فاتح فرسٹ پرائز ہاتھ میں لیے اسٹیج کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

■
Rubina Sagar Rubi
Mohalla: Heerapura, Ward No: 8
Near Masjid Darus Salam, Iqbal Kerana
Achalpur City, Amrawati-444806 (MS)

■ محمد مثنیٰ حارث انصاری

وہ میرے استاد ہیں

ہم تھے گونگے ہم کو زباں دی
قسمت بگڑی ہوئی بنا دی
ہاتھوں کو دی قلم کی طاقت
علم و ہنر اور دی ہے شرافت
میں خوش وہ شاد ہیں
وہ میرے استاد ہیں

ہم پر یہ احسان ہے تیرا
دور کیا جہالت کا اندھیرا
علم و ہنر کا لایا سویرا
چمکایا ہے مقدر میرا
خوشی سے دل آباد ہے
ووہ میرے استاد ہیں
وہ میرے استاد ہیں

حارث ان کی عزت کرنا
گر ملے موقع خدمت کرنا
باتیں ان کی مانوں ہمیشہ
رتبہ ان کا جانوں ہمیشہ
مانا پتا کے بعد ہے
وہ میرے استاد ہیں
وہ میرے استاد ہیں

■
Mohd Mosanna Haris Ansari
227 Ghazi Salar Maidan, Mominpura
Burhanpur - 450331 (MP)

انور ادیب

کرنسی (نوٹ) کی کہانی

پیارے بچو! آؤ! آج میں تمھیں نوٹ کی کہانی سناؤں۔ نوٹ کو یہاں تک پہنچنے میں مختلف مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ اس کی کہانی بے حد دلچسپ ہے۔ جب نوٹ کی ابتدا نہیں ہوئی تھی، پیسے کا رواج نہیں تھا تو چیزوں کا چیزوں سے تبادلہ کیا جاتا تھا۔ اس طریقے کو بارٹر سسٹم کہا جاتا تھا۔ اس نظام کی عملی دشواریوں نے انسان کو آسان صورت کی تلاش پر ابھارا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً 3500 قبل مسیح گھونگھے (Shells) کی مختلف شکلیں بطور پیسہ استعمال کی جاتی تھیں۔ تمھیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ براعظم افریقہ کے ملک ایتھوپیا میں بیسویں صدی تک نمک کو بطور پیسہ استعمال کیا جاتا تھا۔ تم تو شاید جانتے ہو کہ Salary کے معنی تنخواہ کے ہیں لیکن Salarium کے معنی Salt money شاید نہیں جانتے ہوگے۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے۔

چائے یعنی Tea کو بطور پیسہ استعمال کیا جاتا تھا۔ نویں اور بیسویں صدی کے درمیان چین، سائبیریا، منگولیا، روس اور تبت میں چائے کی پتیوں کو اینٹ کی شکل دے کر خرید وفروخت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ چائے کی اس کرنسی کی بے حد مانگ تھی۔ چائے کی اینٹیں زیادہ تر چین میں بنائی جاتی تھیں۔

امریکہ میں تمباکو یعنی Tobacco کو کرنسی کی حیثیت حاصل تھی۔ 1727 میں امریکہ کے علاقے ورجینیا میں اٹھارویں صدی کے وسط میں اسے قانونی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن ایک بہتر اور آسان کرنسی کی تلاش جاری رہی۔ بیسویں صدی سے مختلف ملکوں میں مختلف دھاتوں کو بطور کرنسی استعمال کیا جانے لگا۔ چین میں کانسا اور تانبا کو مختلف شکلوں میں بطور کرنسی استعمال کیا جاتا تھا۔ روم، یونان اور فارس میں سونے اور چاندی کے سکے استعمال ہوتے تھے جو پچھلے ملکوں سے زیادہ قیمتی ہوتے تھے۔ بعد میں ان سکوں پر قیمت کے ساتھ دیوتاؤں اور حکمرانوں کی تصویریں بھی نقش ہونے لگیں۔

کہا جاتا ہے کہ سکے کے استعمال کی ابتدا ساتویں صدی قبل مسیح لیڈیا (Lydia) سے ہوئی جو موجودہ ترکی کا ایک حصہ ہے۔ یہ سکے سونے اور چاندی کے ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں وادیٔ سندھ میں بھی چاندی کے سکے استعمال ہوتے تھے۔ یہ سلسلہ چوتھی صدی قبل مسیح تک جاری رہا۔ چین میں سکے کا استعمال کا پتہ ساتویں صدی قبل مسیح میں چلتا ہے۔ یہ سکے

کانسے کے ہوتے تھے جن کے درمیان سوراخ ہوا کرتا تھا۔

چاندی کے سکے مختلف شکلوں اور سائزوں میں ہزاروں سال تک مختلف ملکوں خصوصاً قدیم عراق جو میسوپاٹامیہ کے نام سے مشہور تھا، اور یونان میں چلتے رہے۔ روم اور یونان کے سکوں میں دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ روم کا شہنشاہ جولیس سیزر پہلا حکمراں تھا جس نے سکوں میں اپنی تصویر بنوائی۔ روم کے سکے سونے، چاندی، کانسے اور تانبے

شروع ہوئی۔

پلاٹینم کے ٹکڑے کو بولین کہا جاتا ہے۔ یہ نام فرانس کے وزیر خزانہ تیرھویں لوئی کلاڈی بولین کے نام سے ماخوذ ہے۔ بولین کی خاصیت اس کا خالص اور صحیح وزن کا ہونا ہے۔ آج بولین سکے صرف سرمایہ کاری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کا استعمال عام خرید و فروخت میں نہیں ہوتا۔ یہ خاص طور پر بار اور زیورات کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

کے ہوا کرتے تھے۔ ساتویں صدی میں ہندوستان کے سکے عام طور پر چاندی کے ہوا کرتے تھے۔ ان کے دونوں طرف مقدس پرانوں کی علامتیں ہوا کرتی تھیں جو ہندوؤں کی مذہبی کتابیں ہیں۔

قدیم زمانے کے سکے آج کے سکوں سے نقشے اور وزن میں مختلف ہوا کرتے تھے۔ آج سونے کے سکے کسی ملک میں رائج نہیں ہیں۔ سکوں کی گارنٹی کی ابتدا، 650 قبل مسیح سے

فارس کی حکومت میں جو کرنسی استعمال میں تھی اسے سولیڈس (Solidus) کہا جاتا تھا۔ اموی سلطنت میں جس سکے کا رواج تھا وہ دینار کے نام سے مشہور تھا۔ آج دینار زیادہ تر عرب ملکوں میں رائج ہے۔

مغربی یورپ میں پینی (Penny) کا رواج تھا جسے جرمنی کے بادشاہ پیپن (Pepin) نے جاری کیا تھا۔

سکوں کے نظام کی مختلف خرابیوں کی وجہ سے انسان ایک

بہتر نظام کی تلاش میں تھا۔ چینیوں نے اس طرف پہل کی۔ کاغذی کرنسی کی ابتدا بھی انھوں نے کی۔ تیرہویں صدی میں یورپ کے ایک سیاح مارکو پولو نے کاغذی سکے کے چلن کو آگے بڑھایا۔اٹھارہویں صدی میں فرانس کے حکمراں نپولین بونا پارٹ نے بینک آف فرانس کے ذریعہ بینک نوٹ جاری کیا۔

پہلا بینک نوٹ ہالینڈ کے ایک باشندے جوہان پام اسٹرچ (Johan Palmstruch) نے سوئیڈن کے پرائیوٹ بینک سے 1661 میں شروع کیا جو کریڈٹ پیپر کہلاتا تھا۔ چاندی کے سکوں کے عوض یہ کریڈٹ پیپر دیا جاتا تھا۔ بدنظمی کی وجہ سے 1668 میں بینک بند ہوگیا۔ پام اسٹرچ گرفتار کرلیا گیا۔ 1671 میں اس کا انتقال ہوگیا۔

کاغذی نوٹ کی ابتدا چین میں ہوئی۔ جہاں درخت کی چھال سے کاغذ بنائے جاتے تھے جس پر نوٹوں کی چھپائی ہوتی تھی۔ جاپانی بینک بھی ایک قسم کی چھال پر نوٹوں کی چھپائی کرتا تھا۔نوٹوں کو بہتر بنانے کی کوشش جاری رہی۔ آخر 1983 میں پلاسٹک کرنسی کی شروعات ہوئی۔ لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر یہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکی 1996 میں ریزرو بینک آف آسٹریلیا نے کچھ سدھار کے بعد پلاسٹک نوٹ جاری کیا جو کامیاب رہا۔ اس کی کامیابی کے بعد بہت سے ملکوں نے پلاسٹک نوٹ جاری کیے ان میں کناڈا، نیوزی لینڈ، سنگاپور، برطانیہ، چیلی پیش پیش رہے۔ بلغاریہ پہلا ملک ہے جس نے پیپر بینک نوٹ 2005 میں جاری کیا۔

پیپر نوٹ کی تیاری میں سلک، جانوروں کی کھال، لکڑی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ان پر نوٹوں کی چھپائی ہوتی تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انیسویں صدی میں فرانس میں تاش کے پتوں کو بطور کرنسی استعمال کیا جاتا تھا۔

سکوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ مختلف ملکوں کے سکے مختلف ہوا کرتے تھے۔ لیڈیا جہاں سے سکوں کی ابتدا ہوئی، اس کے سکے روم اور چین کے سکوں سے مختلف ہوا کرتے تھے۔ ان سکوں کی قیمت بھی مختلف ہوتی تھی۔ آج ہر ملک اپنی کرنسی اپنی سرکار یا مرکزی بینک کے تحت چھاپتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں ریزرو بینک آف انڈیا ہماری کرنسی چھاپتا ہے جسے روپیہ کہتے ہیں جس کا نشان ہے۔ صرف ایک روپیہ کا نوٹ وزارت خزانہ جاری کرتی ہے۔

چند مشہور ملکوں کی کرنسیاں یہ ہیں:

امریکہ (یوایس اے)۔ڈالر، یوکے۔ پونڈ، کناڈا۔ ڈالر، جاپان۔ ین (Yen)، یورپین یونین۔ یورو، چین۔ رنمی بی (Renminbi)، آسٹریلیا۔ ڈالر، شمالی کوریا اور جنوبی کوریا۔ ون (Won)، سنگاپور۔ ڈالر، سوئیڈن کرونا (Krona)، ہندوستان۔ روپیہ، پاکستان۔ روپیہ، بنگلہ دیش۔ ٹاکا، مصر، پونڈ، ایران۔ ریال، سعودی عرب۔ ریال، ترکی۔ لیرا، یواے ای۔ دینار، چیلی۔ پیسو (Peso) ان تمام کرنسیوں میں ڈالر سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ بیس سے زیادہ ملکوں میں بطور کرنسی استعمال ہوتا ہے۔ ان میں کناڈا، ہانگ کانگ، نیوزی لینڈ،

سنگاپور، تائیوان، زمبابوے، جمائیکا، نمیبیا اور فیجی وغیرہ شامل ہیں۔ تجارتی اہمیت اور وسیع سرکولیشن کے سبب اسے یہ اہمیت حاصل ہے۔

1792 سے امریکہ ڈالر کو بطور کرنسی استعمال کر رہا ہے۔ ڈالر کا نام تھالر (Thalar) سے حاصل کیا گیا ہے جس کے معنی چاندی کا سکہ کے ہیں جو صدیوں تک یورپ کے مختلف ملکوں میں چلتا رہا۔ ڈالر کے بعد سب سے اہم سکہ یورو ہے جسے 2003 سے یورپین یونین کی کرنسی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یورپین یونین یورپ کے 28 ملکوں کی تنظیم کا نام ہے جس کے 19 ملکوں میں یورو کو بطور کرنسی استعمال کیا جاتا ہے جن میں اٹلی، فرانس، جرمنی، آئرلینڈ، بلجیم، لکسمبرگ، آسٹریا، اسپین، نیدرلینڈ، پرتگال وغیرہ شامل ہیں۔

ڈالر اور یورو کے بعد جاپان کی کرنسی ین کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ 27/جون 1871 سے اسے جاپان کی کرنسی کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کا سارا نظام بینک آف جاپان کے تحت قائم ہے جو 1882 میں قائم ہوا۔

رنمبی (Renminbi) چین کی سرکاری کرنسی ہے جس کے معنی عوامی کرنسی کے ہیں۔ اسے 1949 میں جاری کیا گیا۔

سوئز فرینک سوئزرلینڈ کی کرنسی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے محفوظ کرنسی مانی جاتی ہے۔ اسے 1907 میں سوئز نیشنل بینک نے جاری کیا۔ سوئزرلینڈ دنیا کا سب سے خوشحال ملک ہے۔ یہاں کے بینک اپنی رازداری کے لیے مشہور ہیں۔ اس لیے لوگ اپنی پوشیدہ رقم یہاں کے بینکوں میں جمع کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بینک کی طرف سے ایک نمبر دیا جاتا ہے جس کو استعمال کرکے وہ اپنے کھاتے کے سلسلے میں ضروری کاروائی کرسکتے ہیں۔

تو پیارے بچو! امید ہے تمھیں کرنسی کی کہانی پسند آئی ہوگی۔

■

Dr. Anwar Adeeb (Md. Anwar Alam)
Ibrahim Manzil
Mosaddi Mohalla, Railpar
Asansol-713302 (West Bengal)

امتیاز احمد انصاری

قدرت کا انمول تحفہ
پانی

پانی قدرت کا ایک انمول و نایاب تحفہ اور قیمتی قدرتی وسیلہ ہے۔ ہوا کے بعد پانی ہی وہ شے ہے جو ہر جاندار کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ پانی کے بغیر زندگی کا تصور بھی محال ہے۔ غذا کے بغیر تو مہینوں زندہ رہا جاسکتا ہے مگر پانی کے بغیر ایک یا دو دن سے زائد زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ اب تک کی سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اس نظام شمسی میں ہماری زمین ہی وہ واحد سیارہ ہے جہاں پانی رقیق کی شکل میں موجود ہے۔اس رقیق پانی کی وجہ سے ہی ہماری زمین 'نیلا سیارہ' کہلاتا ہے۔ زندگی کی اس بنیادی ضرورت یعنی پانی کو مختلف زبانوں میں الگ الگ ناموں سے جانا جاتا ہے۔ پانی کو عربی زبان میں 'ماء' یا 'الماء' کہتے ہیں جبکہ فارسی میں آب، اردو اور ہندی میں پانی، سنسکرت میں نیر، بنگلہ میں جل اور تیلگو میں نیرو کہا جاتا ہے۔ پانی کی ضرورت اور اس کی اہمیت کے پیش نظر قدرت نے اسے وافر مقدار میں پیدا کیا ہے۔ مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کا تین چوتھائی حصہ پانی سے بھرا ہوا ہے جس کا 97.41 فیصد سمندروں میں اور 2.59 فیصد برف، گلیشیئر، ندیوں، تالابوں، جھرنوں اور ہوا میں بخارات کی شکل میں اور زمین کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پانی کا بہت بڑا ذخیرہ کھارے یا نمکین پانی پر مشتمل ہے جبکہ صرف 3 فیصد پانی ہی پینے کے لائق ہے۔

پانی شفاف اور بے رنگ رقیق مادہ ہے جو کیمیائی طور پر ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ پانی کے ایک سالمہ میں دو ایٹم ہائیڈروجن اور ایک ایٹم آکسیجن ہوتا ہے۔ دوسرے رقیق مادوں کے مقابلے پانی کا سطحی تناؤ (Surface Tension) زیادہ ہوتا ہے اس لیے پانی کی بہت تھوڑی مقدار میں بھی قطرہ بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اپنی انفرادی خصوصیت کی بنا پر پانی واحد کیمیائی مادہ ہے جو قدرتی طور پر تین حالتوں یا شکلوں میں پایا جاتا ہے یعنی ٹھوس، رقیق اور گیس۔ عام درجہ حرارت پر پانی رقیق حالت میں نظر آتا ہے مگر جب اسے 0°c تک ٹھنڈا کیا جاتا ہے تو برف (ٹھوس) کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور 100°c تک گرم کرنے پر بھاپ (گیس) میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ قابل غور ہے کہ دوسرے رقیق مادے مثلاً تیل یا

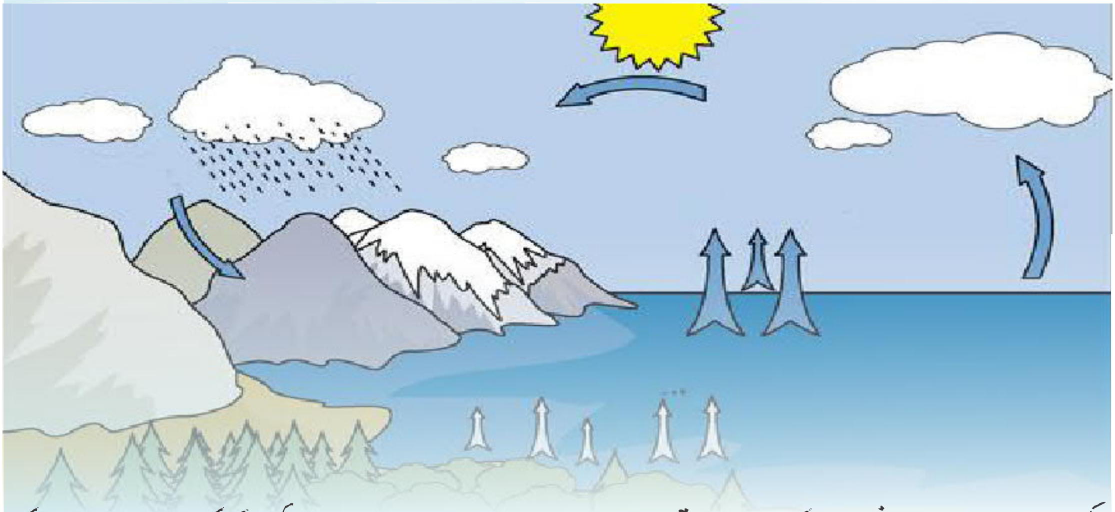

الکحل کے مقابلے جب پانی ٹھنڈا ہو کر جمتا ہے تو یہ تقریباً 9 فیصد پھیل جاتا ہے۔ پانی کے جم کر پھیلنے کی اسی خصوصیت کی بنا پر سرد ممالک میں جاڑے کے دنوں میں پانی کے پائپ پھٹ جایا کرتے ہیں۔ درجہ حرارت کی کمی یا زیادتی کی وجہ سے پانی کی مادی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ پانی کے اس طرح مختلف حالتوں میں تبدیل ہونے کا عمل مرحلہ وار تبدیلی (Phase Change) کہلاتا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کردینا ضروری ہے کہ پانی کی مختلف حالتوں میں تبدیلی کے دوران صرف اس کے طبعی خواص بدل جاتے ہیں جبکہ اس کی کیمیائی خواص میں کسی طرح کی تبدیلی رونما نہیں ہوتی ہے۔ عمل تبخیر، عمل انجماد، ابلنے کا عمل اور کثافت کا عمل، اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

پانی زندگی کا دوسرا نام ہے۔ انسان اس کا استعمال پینے، کھانا پکانے، غسل کرنے، کپڑے دھونے اور برتن صاف کرنے کے علاوہ کھیتی باڑی کرنے، بجلی تیار کرنے، جہاز رانی اور کشتی چلانے کے ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے کارخانوں میں مختلف مقاصد کے لیے کرتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کے علاوہ پیڑ پودوں کی زندگی کے بیشتر اعمال پانی کے ذریعے ہی انجام پاتے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی جگہ کی آب و ہوا اور موسم کی حالت بھی اس جگہ ہوا میں موجود پانی کی مقدار پر منحصر ہوتی ہے۔ انسانی جسم میں پانی کی اہمیت وہی ہے جو کسی گاڑی یا کار میں پٹرول یا ڈیزل کی ہوتی ہے۔ جس طرح پٹرول یا ڈیزل کے بغیر گاڑی کا چلنا ناممکن ہے۔ ٹھیک اسی طرح پانی کے بغیر بھی انسانی جسم کے اعمال کا واقع ہونا ناممکن ہے۔ انسان کے جسم کا 75 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک عام بالغ انسان کے جسم میں اوسطاً 42 لیٹر پانی موجود رہتا ہے جو جسمانی خلیوں کے تمام تر اعمال بہتر طریقے سے انجام دینے میں مدد کرتا ہے۔ خلیوں کے اندر ہونے والے کیمیائی تعملات کے لیے پانی ایک واسطے کا کام انجام دیتا ہے۔ رگوں میں بہنے والے خون میں پانی ایک اہم جز ہے۔ پانی خون کے ذریعے غذائی مادوں کے ہضم ہونے کے بعد ان میں موجود تمام ضروری عناصر کو جسم کے تمام خلیوں تک پہنچاتا ہے اور خلیوں میں عمل استحالہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فضول مادوں کے اخراج میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ جسم کے درجہ حرارت کو پسینے کے اخراج کے ذریعے معین رکھتا ہے۔ گویا انسانی جسم کے تمام ضروری اعمال یعنی نظام ہاضمہ سے

لے کر نظام انجذاب تک اور نظام گردش سے لے کر نظام اخراج تک سبھی اعمال پانی کے مرہون منت ہیں۔

پانی جہاں ایک طرف قابل تجدید ذریعہ ہے، وہیں دوسری طرف اس کی مقدار بھی محدود ہے۔ دنیا میں پانی کی کل مقدار 2 ہزار سال قبل جتنی تھی آج بھی اتنی ہی ہے۔ انسانی آبادی میں ہونے والے بے تحاشہ اضافے، صنعت کی ترقی، کاشتکاری کا پھیلاؤ اور زندگی گزارنے کے معیار میں ہونے والی تبدیلی نے پانی کے استعمال کی ضرورت کو بڑھا دیا ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ ہم کسی چیز کو اسی وقت اہمیت دیتے ہیں جب اس کی کمی یا قلت واقع ہوتی ہے۔ آج جن علاقوں میں زیرزمین آبی ذخائر مناسب مقدار میں موجود ہیں وہاں پانی کی اتنی اہمیت نہیں مگر جن جگہوں پر دریا، تالاب اور کنویں وغیرہ سوکھ رہے ہیں وہاں اس کی اہمیت کا احساس حد سے سوا ہورہا ہے۔ غورطلب ہے کہ گزشتہ 10 برسوں میں صاف پانی کے پینے کی حالت میں سدھار تو ضرور واقع ہوا ہے مگر آج بھی ایک بلین لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ اندازہ لگایا جارہا ہے کہ آج سے 30 سال کے بعد ہماری آبادی کے ایک تہائی حصہ کو پانی کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ ساحلی علاقوں اور بڑے شہروں میں ابھی سے پانی کی قلت صاف نظر آرہی ہے۔ ایک سروے کے مطابق کولکاتا، دہلی، ممبئی، حیدرآباد، کانپور اور مدورائی میں تقریباً 50 لاکھ کنبوں کے افراد کو پانی کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ دکنی ہندوستان کے شہروں میں پانی کی قلت مقابلتاً زیادہ ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شہری علاقوں میں پانی کی 40 فیصد ضرورت زیرزمین ذخیروں سے پوری ہوتی ہے مگر اس کے استعمال اور ضرورت کے بڑھنے کے علاوہ موسمی حالت کے سبب زیادہ تر شہروں میں پانی کی سطح سالانہ 2 سے 3 میٹر نیچے کی طرف جارہی ہے جو اپنے آپ میں خطرے کی گھنٹی ہے۔ صاف پانی کی قلت ہونے کی ایک اور بڑی وجہ پانی کی آلودگی بھی ہے۔ سائنس کی ترقی نے جہاں ایک طرف ہمیں بے شمار آرام و آسائش کے سامان مہیا کیے ہیں وہیں دوسری طرف پانی سمیت دیگر ماحولیاتی آلودگی کا تحفہ بھی دیا ہے۔ چھوٹے بڑے کل کارخانوں سے نکلنے والے زہریلے رقیق فضلات کے نالے، تالاب اور ندی کے راستے پانی کے بڑے ذخیروں میں شامل ہونے سے پانی کی آلودگی میں اضافہ ہورہا ہے۔

علاوہ ازیں شہری آبادی کے ذریعے استعمال شدہ پانی جو گندگی اور غلاظت سے پر ہوتا ہے وہ گندے نالے کے ذریعے میٹھے پانی کے ذخیروں میں شامل ہوکر اسے آلودہ کرنے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ کھیتوں میں استعمال ہونے والے زہریلے کیمیائی مادے اور جراثیم کش دواؤں کا بارش کے پانی کے ذریعے بہہ کر پانی کے ذخیروں میں گھل مل جانے سے بھی پانی کی آلودگی بڑھ رہی ہے۔ گویا کہ جانے انجانے میں انسان اپنے اعمال کے ذریعے پانی کی آلودگی کے اسباب پیدا کررہا ہے۔ آلودہ پانی نہ صرف انسان بلکہ پیڑ پودے اور خشکی و آبی تمام جانوروں کی صحت پر برا اثر ڈال رہا ہے۔ لہٰذا قدرت کے اس انمول تحفے کی انفرادی اور اجتماعی طریقے سے تحفظ کی ضرورت ہے۔ انسان سمیت دوسرے جانداروں کو بچانے اور اس زمین کو انسانی آبادی کے رہنے کے لائق بنانے کے لیے ہم سبھوں کی ذمے داری ہے کہ ہم پانی کے ہر قطرے کی حفاظت کریں۔

■

Imteyaz Ahmed Ansari
H/No.: 24, Railpar, Jahangiri Mohalla
Asansol - 713302 (West Bengal)

محسن باعشن حسرت

نیک بچے

بہت نیک ہوتے ہیں بچے یہ سارے
کوئی ان میں چندا تو کوئی ستارے
ہمیشہ ہے ہونٹوں پہ مسکان دیکھو
یہی ان سبھوں کی ہے پہچان دیکھو
الگ اِن کی اپنی ہے اک شان دیکھو
ہیں اچھے بہت یہ، بہت پیارے پیارے
بہت نیک ہوتے ہیں بچے یہ سارے
کبھی یہ سمٹتے، کبھی ہیں مچلتے!
پکڑ کر ہماری یہ انگلی ہیں چلتے
کبھی گرتے پڑتے، کبھی ہیں سنبھلتے
یہ بچے ہمارے ہیں کل کے سہارے
بہت نیک ہوتے ہیں بچے یہ سارے
کسی کا انھیں خوف ہے، نہ کوئی ڈر
یہ رو دیں کوئی ان کو ڈانٹے کبھی گر
نہ پیار آئے کیوں اِن کی معصومیت پر
کہ ہیں ناسمجھ اور ناداں بے چارے
بہت نیک ہوتے ہیں بچے یہ سارے
خوشی سے گزر جائے بچپن سبھی کا
ہمیشہ ہی پائیں یہ سکھ زندگی کا
نہ باتوں سے ہرگز دکھے دل کسی کا
یہ بچے جگر کے ہیں ٹکرے ہمارے
بہت نیک ہوتے ہیں بچے یہ سارے
کوئی ان میں چندا تو کوئی ستارے
بہت نیک ہوتے ہیں بچے یہ سارے

Mohsin Baeshin Hasrat
4, Prince Street, 1st Floor
Kolkata - 700072 (West Bengal)

■ عبدالباسط

آنسو

آنسو ہے اوزار مرا
سب سے اچھا یار مرا
یہ تو میری طاقت ہے
یہی تو ہے ہتھیار مرا

جو چاہوں وہ منوا لوں
کپڑے جوتے بنوا لوں
اپنے آنسو کے بل پر
چاند ستارے منگوا لوں

مجھ سے باتیں کرتے ہیں
سب میرا دم بھرتے ہیں
سہمے رہتے ہیں، مجھ سے
جو کہتا ہوں، کرتے ہیں

ضد سے جیت نہ پاؤں جب
آنسو کام میں لاؤں تب
اس کی ایسی طاقت ہے
پتھر موم بنا ہے اب

■

Md. Abdul Basit
At: Pakthoul, P.O: Khizer Chak
Via: Barauni
Distt: Begusarai - 851112 (Bihar)

■ حیدر بیابانی

ماں

اچھّوں میں اچھائی ماں
سچّوں میں سچّائی ماں
ہر صورت میں ایک ہی روپ
امّی، ممّی، مائی، ماں
پھل بھی دے، سائے بھی دے
ہری بھری امرائی ماں
بچے کی بے صوت صدا
سن کر دوڑی آئی ماں
ماموں، خالہ دیکھ رہیں
نانی کی پرچھائی ماں
اور بھی رشتے ہوں تو ہوں
بچوں کو بس بھائی ماں
حیدر جی کا گیت کوئی
تُلسی کی چوپائی ماں

■

Hyder Bayabani
Basera, Achalpur City
Distt. Amravati - 444806 (Maharashtra)

غفار فادر

قطب مینار

1206 سے (1857) تک دہلی پر جن چھ مسلم خاندانوں نے 651 سال عہد بہ عہد حکمرانی کی، ان کے نام ہیں:

(1)	خاندانِ غلامان	1206 تا 1290 عیسوی
(2)	خلجی خاندان	1290 تا 1321 عیسوی
(3)	تغلق خاندان	1321 تا 1414 عیسوی
(4)	سادات خاندان	1414 تا 1451 عیسوی
(5)	لودھی خاندان	1451 تا 1526 عیسوی
(6)	مغلیہ خاندان	1526 تا 1857 عیسوی

ان تمام خاندانوں کے بادشاہوں میں قطب الدین ایبک پہلا بادشاہ تھا جس نے خاندانِ غلامان کی بنیاد ڈالی۔ قطب الدین ایبک دراصل سلطان معزالدین بنام المعروف بہ محمد غوری کا ایک وفادار غلام تھا۔ اپنی نیک نامی اور حسن عادات واخلاق کی وجہ سے ترقی پاتے پاتے سپہ سالار جیسے جلیل القدر عہدے پر مامور ہوچکا تھا۔ محمد غوری کے انتقال کے بعد اس کے کسی بھی لائق اور ہونہار جانشین کی عدم موجودگی کی وجہ سے 1206 میں خود وہاں کا حکمراں بن بیٹھا۔ اس کا قائم کردہ یہ غلامان خاندان کل 84 سال قائم رہا۔ اپنی سپہ سالاری کے عہد میں اس نے اپنے آقا محمد غوری کے حکم پر 1200 میں دہلی میں ایک عظیم الشان مینار کی تعمیر شروع کی تھی۔ لیکن 1210 میں اس کی وفات کے بعد اس کے جانشین سلطان شمس الدین التمش نے 1220 میں یہ مینار مکمل کروایا۔ تاہم یہ قطب الدین ایبک کے نام سے منسوب ہوکر آج بھی قطب مینار ہی کہلاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا میں دو اور ایسے ہی بلند و بالا مینار ہیں۔ ایک تو اٹلی کے شہر فلارنس میں گیاٹو کی بنوائی ہوئی ایک عمارت کا مینار جو قطب مینار سے بھی 30 فٹ اونچا ہے۔ دوسرا قاہرہ کی 'مسجد حسن' کا مینار ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ دہلی کا

قطب مینار ان دونوں سے بالکل منفرد اور الگ تھلگ ایک مستقل عمارت ہے جس کی وجہ سے اس کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔ اس کا نظارہ اس کی وضع قطع اٹلی اور قاہرہ کے ان دونوں میناروں سے بھی خوشنما اور دلفریب ہے۔

دہلی کے مہرولی علاقے میں واقع قطب مینار کی اونچائی ایک مورخ فرگوسن نے 242 فٹ اور تہہ میں اس کا قطر 47 فٹ 3 انچ لکھا ہے۔ سرسید احمد خاں نے آثارالصنادید میں اس کو 'مینارہ ہفت منظری' لکھا ہے۔ لیکن محققین کی متفقہ رائے ہے کہ یہ کبھی بھی سات منزلہ نہیں رہا۔ ابتدا ہی سے یہ پانچ منزلہ رہا اور اس کی یہ پانچ منزلیں آج بھی جوں کی توں اور برقرار ہیں۔ جہاں تک مینار کی نگہداشت اور حرمت کا تعلق ہے 1308 میں فیروز شاہ تغلق اور 1503 میں بہلول شاہ لودھی نے اس کی مناسب مرمت کی اور کچھ تعمیر بھی کروائی تھی۔ تقریباً 300 سال بعد 1803 کے زلزلہ کے باعث اس کا بالائی حصہ گر گیا تھا اور پورا مینار ہی مرمت طلب ہوگیا تھا۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے میجر رابرٹ اسمتھ کی نگرانی میں 1829 میں ایک لاکھ روپوں کے خرچ سے اس کی مرمت کروادی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مرحلے پر میجر اسمتھ نے ہر منزل پر موجودہ برآمدے کے اطراف ڈھائی فٹ اونچا ایک کٹرا لگا دیا جس سے ان برآمدات کی خوشنمائی اور جاذبیت بری طرح متاثر ہوئی۔

بعد میں 1873 میں G.H Lyons ایگزیکیٹو انجینئر کی زیرنگرانی پھر اس کی مرمت کی۔ سرتاپا سنگِ سرخ سے تعمیر کردہ اس عمارت کا چوتھا کھنڈ البتہ سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے۔ جابجا قرآنی آیات کا دلکش کام ہے۔ کچھ بلندی تک کھدی ہوئی قرآنی آیات کی سطور آج بھی واضح نظر آتی ہیں۔ خوبصورت اندازِ تحریر دیکھ کر طبیعت خوش ہوجاتی ہے اور انسان بڑی دیر تک محوِ نظارہ ہوجاتا ہے۔

■

Ghaffar Qadir
Surya Nagar
Parbhani - 431401 (Maharashtra)

انصاری محمد بلال عبدالرحیم

ثقلی لہریں

البرٹ آئن اسٹائن سائنس کی دنیا کا اہم نام ہے۔شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جو البرٹ آئن اسٹائن کے نام سے واقف نہ ہو۔ چاہے وہ سائنس اور طبیعیات سے تعلق نہ بھی رکھتا ہو۔ البرٹ آئن اسٹائن ایک مشہور سائنس داں تھے جنھیں اپنی مشہور تھیوری $E=mc^2$ کے لیے جانا جاتا ہے جس کی بنیاد پر ایٹم بم جیسا مشہور اور خطرناک ہتھیار وجود میں آیا۔

توانائی اور کمیت کے درمیان تعلق والی اس تھیوری کے علاوہ بہت سے ایسے قدرتی راز ہیں جن پر سے البرٹ آئن اسٹائن نے پردہ اٹھایا جن میں سے ایک ثقلی لہریں (Gravitational waves) ہے۔ ثقلی لہریں خلا-وقت (Space-time) میں پیدا ہونے والی ہلکی ہلکی لہریں ہیں جس کا تصور سب سے پہلے البرٹ آئن اسٹائن نے سنہ 1916 میں دیا اور ان لہروں کو لیبارٹری میں کھوج کرنے کے لیے 2017 کے علم طبیعیات کا نوبل پرائز ڈاکٹر رینر ویس (Dr. Rainer Weiss)، بیری بیرش (Barry Barish) اور کپ تھورن (Kip Thorne) کو دیا گیا۔

آیئے جانتے ہیں یہ ثقلی لہریں کیا ہیں؟ اور یہ کس لیے ہمارے لیے اہم ہیں؟

بچپن میں ایک سائنس داں کی کہانی ہم سب نے ہی سنی یا پڑھی ہے کہ ایک سائنس داں ایک سیب کے درخت کے نیچے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔تبھی ایک سیب ٹوٹ کر نیچے گرا تو اس سائنس داں نے سوچا یہ سیب ٹوٹ کر نیچے ہی کیوں گرا یا اوپر بھی جا سکتا تھا یا کسی اور جانب بھی۔اس نے اس بات پر کئی دنوں تک سوچا اور یہ نتیجہ نکالا کہ یہ سیب اس لیے زمین پر گرا

کیونکہ زمین ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور بعد میں اس نے زمین کی اس قوت کو ثقلی قوت یا تجاذبی قوت کا نام دیا۔ اس سائنس داں کا نام تھا سر آئزک نیوٹن۔

سر آئزک نیوٹن کے مطابق دو یا دو سے زیادہ جسموں کے درمیان ان کی کمیتوں کی وجہ سے جو قوت کشش پیدا ہوتی ہے اسے تجاذبی قوت کہتے ہیں۔ یہ قوت انتہائی باریک ایٹمی ذرات(Atmi pasticles) کے درمیان بھی موجود ہوتی ہے اور بڑے فلکی اجسام کے درمیان بھی۔ ثقلی قوت یا تجاذبی قوت کا اثر فوری(Instantancous) ہوتا ہے اور اسی قوت کے زیر اثر مختلف سیارے سورج کے گرد گردش کر رہے ہیں اور چاند اور مصنوعی سیارے زمین کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔

نیوٹن کے مطابق دو جسموں کے درمیان کی قوت کشش فوری (Instantanous) ہوتی ہے اور یہ بات زمین اور سورج کے اوپر بھی لاگو ہوتی ہے لیکن اگر ہم فرض کریں کہ سورج ختم ہو گیا ہے تو ہمیں اس بات کا پتہ آٹھ منٹ بعد لگے گا کیونکہ سورج کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں آٹھ منٹ لگتے ہیں لیکن نیوٹن کے مطابق ثقلی قوت کا اثر فوری ہوتا ہے۔ اس لیے سورج کی اگلی قوت کے ختم ہونے کا احساس ہمیں فوری یعنی سورج کی روشنی کے زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی لگ جانا چاہیے لیکن یہ بات آئن اسٹائن کے نظریہ اضافیت (General theory of relativity) سے ٹکرا رہی تھی اس کے مطابق کوئی بھی طبعی تعامل(Physical Interaction) روشنی سے زیادہ رفتار سے سفر نہیں کرسکتا جس کی بنا پر آئن اسٹائن اس بات پر سوچنے کے لیے مجبور ہو گئے اور انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ثقلی قوت خلا-وقت میں ایک خم پیدا کرتی ہے۔

خلا-وقت (Space-time)

عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ خلا (خالی جگہ) کوئی بھی ایسی جگہ جہاں کچھ رکھا گیا ہو جیسے کسی خالی اسٹیج پر چیزیں رکھ دی گئی ہیں۔ اس طرح خلا یعنی ایسی خالی جگہ جہاں مختلف ستارے ہے، ستارے رکھ دیے گئے ہیں۔

لیکن آئن اسٹائن کے نظریہ اضافیت نے اس بات کو غلط ثابت کر دیا۔ اس کے مطابق خلا اپنے آپ اپنا ایک طبعی وجود رکھتی ہے جس کے چار طول وعرض(Dimensions) ہیں جس میں سے تین خلا کے اور ایک وقت کا ہوتا ہے اس لیے اسے ہم خلا-وقت(Space-time) کہتے ہیں۔

اس کو ہم آسانی سے اس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ فرض کیجیے ہم نے ایک ربر شیٹ لی جس پر آڑی اور ترچھی لائنیں بنی ہوتی ہیں۔ فرض کیجیے وہ ربر شیٹ خلا ہے اور آڑی اور ترچھی لائن خلا اور وقت کو ظاہر کرتی ہے۔ اب اگر ہم اس ربر شیٹ کو چاروں طرف سے مضبوطی سے کھینچ کر پکڑیں اور اس پر ایک بڑی وزنی گیند رکھ دیں تب اس ربر شیٹ میں ایک خم (جھکاؤ)(Bend) پیدا ہو جائے گا۔ اب اگر ہم دوسری نسبتاً چھوٹی گیند کو اس بڑی گیند کے پاس رکھیں گے تو وہ چھوٹی گیند اس خم کی وجہ سے اس بڑی گیند کے گرد گھومنے لگے گی۔ یہی ہوتا ہے ہمارے خلا-وقت(Space-time) میں، گیند جتنی بڑی ہوگی خم (Bend) بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔ زمین کے مقابلے میں سورج کا خم (Bend) بڑا ہوگا، سورج کے مقابلے میں کسی بڑے نیوٹرون ستارے کا خم بڑا ہوگا اور بلیک ہول کا خم ان سب سے بڑا ہوتا ہے یعنی جس کی جتنی زیادہ ثقلی قوت (grovity) ہوگی۔ اتنا ہی بڑا اس کا خم بھی ہوگا اور اس خم کی وجہ سے چاند اور دیگر

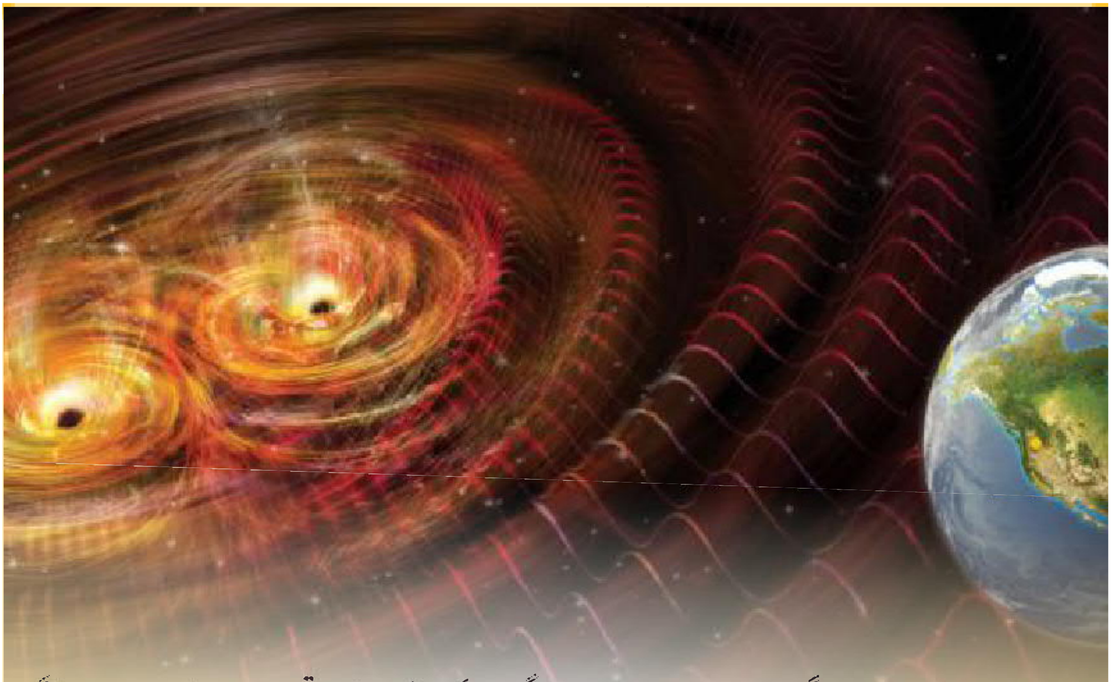

مصنوعی سیارے ہمارے زمین کے گرد، ہماری زمین سورج کے گرد اور نظام شمسی کے بلیک ہول کے گرد گھومتے ہیں۔

ثقلی لہریں
(Gravitational Waves)

ہماری کائنات میں ایسے اجسام بھی ہیں جن کی ثقلی قوت انتہائی زیادہ ہوتی ہے۔ وہ بڑے بڑے ستاروں کو اپنے اندر ضم کرلیتے ہیں۔ ان اجسام کی ثقلی قوت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ روشنی تک ان سے باہر نہیں نکل پاتی۔ یعنی یہ روشنی تک کو کھینچ کر اپنے اوپر ضم کرلیتے ہیں۔ انھیں ہم بلیک ہول (Black Hole) کہتے ہیں۔

اگر خلا میں دو بلیک ہول ایک دوسرے کے قریب آجائیں تو اپنی ثقلی قوت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے گرد گھومنا شروع کردیتے ہیں اور دھیرے دھیرے ان کے گھومنے کی رفتار بڑھتی جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے گرد انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ گھومنا شروع کردیتے ہیں ان کے گھومنے کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ وہ قریب قریب روشنی کی رفتار کے برابر ہوتی ہے یعنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کے قریب ($3x10^8 m/s$) اتنی تیز رفتار کے ساتھ جب دو بلیک ہول ایک دوسرے کے گرد گھومنے لگتے ہیں تو اس کے نتیجے میں خلا-وقت (Space-time) میں لہریں پیدا ہونے لگتی ہیں جنھیں ہم ثقلی لہریں (Gravitational waves) کہتے ہیں۔ یہ بالکل اس طرح ہے جیسے کہ کوئی ناؤ (Boat) پانی میں بہت تیز رفتاری کے ساتھ گھوم رہی ہے تو اس کے نتیجے میں پانی میں جس طرح لہریں پیدا ہوں گی اس طرح بلیک ہول کے خلا میں گھومنے پر پیدا ہوتی ہے۔

جتنی زیادہ اجسام کی کمیت، کثافت اور رفتار ہوگی اتنی ہی طاقت ور ثقلی لہریں پیدا ہوں گی اور جتنی کم اجسام کی کمیت،

کثافت اور رفتار ہوگی اتنی ہی کم طاقت ور ثقلی لہریں ہوں گی چونکہ ثقلی قوت کائنات میں موجود دیگر قوتوں کے مقابلے سے کمزور قوت ہے۔اسی طرح ثقلی لہریں بھی بہت کمزور، ہلکی اور دور سے آئی ہوئی ہوتی ہیں اس لیے اس کا پتہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے، اس لیے خاص ثقلیل لہروں کی کھوج لگانے کے لیے ایک خاص قسم کی لیب بنائی گئی جس کا نام (laser Interferometes LTGO Gravitational observatory) رکھا گیا۔

ثقلی لہروں کی کھوج

ثقلی لہریں چونکہ بہت کمزور، ہلکی اور بہت دور سے آتی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کا طول (Dimension) اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ یہ یک پروٹون کے ہزارویں حصہ کے برابر ہوتا ہے (1000th Part of Proton) اس لیے اس کی پیائش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

ثقلی لہروں کی پیائش کے لیے ایک خاص قسم کی لیب بنائی گئی جس کا نام L.IGO ہے۔ دو LIGO لیب امریکہ میں واقع ہے اور ایک اٹلی میں واقع ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ایک LIGO لیب انڈر پلان ہے جو کہ مہاراشٹر کے ضلع ہنگولی کے اونڈھا مقام ہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 2025 تک اس کا کام مکمل ہوجائے گا۔ یعنی وہ لیب 2025 سے کام کرنا شروع کردے گی۔

امریکہ میں جو دو LIGO لیب قائم ہیں ان میں سے ایک لیونگسٹن، بوسنیا میں اور دوسری ہینفورڈ، واشنگٹن میں واقع ہے۔ یہ دونوں LIGO لیب ایک دوسرے سے 3000km کی دوری پر واقع ہیں اور ایسا اس لیے ہے کہ چونکہ ثقلی لہریں بہت کمزور ہوتی ہیں اور ان کا طول بھی بہت کم ہوتا ہے۔ اس لیے سائنس داں نہیں چاہتے ہیں کہ قریب ہونے کی وجہ سے دونوں لیب میں ایک ہی قسم کا شور ہو اور ایک جیسی خامی (Error) کی وجہ سے ہم اس خامی کو ثقلی لہریں سمجھیں۔

LIGO لیب میں لیزر (Laser) کو بطور ذریعہ (Source) کے استعمال کیا جاتا ہے۔ ثقلی لہروں کی ایک خصوصیت ہے کہ اگر ایک واسطہ میں ثقلی لہر پھیلتی (Expand) ہوتی ہے تو دوسرے واسطے میں وہ سکڑتی (Ompress) ہوتی ہے۔ اس خصوصیت کا استعمال ثقلی لہروں کی پیائش کے لیے LIGO میں کیا جاتا ہے۔

LIGO میں ثقلی لہروں کی پیائش کے لیے لیزر سورس (Laser Source) سے ایک جانب 4 کلومیٹر کی دوری پر ایک آئینہ لگایا جاتا ہے اور اسی طرح دوسری جانب 4 کلومیٹر کی دوری پر ایک آئینہ لگایا جاتا ہے۔ یعنی اگر مشرق کی سمت 4 کلومیٹر کی دوری پر آئینہ لگا ہے تو دوسرا آئینہ شمال یا جنوب کی سمت 4 کلومیٹر کی دوری پر لگا ہوتا ہے اور بقیہ کام لیب میں جہاں سے لیزر لائن چھوڑی جارہی ہوتی ہے وہی ہوتا ہے۔

اب جیسا کہ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کیونکہ ثقلی لہریں ایک واسطے میں پھیلتی ہیں تو دوسرے واسطے میں سکڑتی ہیں اور یہ عمل خلا میں ہوتا ہے یعنی اگر لہریں پھیلیں تو ہمارا 4 کلومیٹر کا فاصلہ 4.5 یا 5 کلومیٹر ہوجائے گا یا لہریں سکڑتی ہیں تو ہمارا 4 کلومیٹر کا فاصلہ 3.5 یا 3 کلومیٹر رہ جائے گا اور چونکہ اس کا طول بہت کم ہوتا ہے اس لیے اس کی پیائش کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

اب کرتے یہ ہیں کہ لیزر ذریعہ (Laser Source) سے ایک ہی وقت میں دونوں جانب لیزر لائٹ بھیجتے ہیں جو کہ آئینہ سے ٹکرا کر ایک ہی وقت میں واپس آتی ہیں اور واپس آتی ہوئی لیزر لائٹ کا تخریبی تداخل (Destructive

Interfance) ہوتا ہے جس سے پردہ پر تاریک نقطہ حاصل ہوگا لیکن اگر ثقلی لہروں کی وجہ سے فاصلے میں کمی وبیشی ہوئی تو ہمیں مکمل تخریبی تداخل نہیں ملے گا اور پردے یا اسکرین پر کچھ روشن نقطہ حاصل ہوگا جو کہ ثقلی لہروں کا ثبوت ہوگا اور اس طرح کے ثبوت ہمیں حاصل ہوئے۔

ان لہروں کو سب سے پہلے نوٹس کرنے کے لیے تین سائنسدانوں کو پچھلے سال یعنی 2017 کے علم طبیعیات کے نوبل پرائز سے نوازا گیا جن کے نام بالترتیب ڈاکٹر رینر ویس (Dr. Rainer Welse)، ڈاکٹر بیری بیرش (Dr. Barry Barish) اور کپ تھورن (Dr. Kip Thorne) ہیں۔

ان لہروں کی دریافت کے بعد علم فلکیات میں تحقیق کے نئے دروازے کھل گئے ہیں۔ ان لہروں کے ذریعے ہم اب کسی بلیک ہول، نیوٹرون ستارے کے بارے میں اور زیادہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ کسی ستارے کے پھٹنے یعنی سوپرنووا (Super Nova) کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور بگ بینگ تھیوری یعنی ہماری کائنات کی کیسے شروعات ہوئی، اس بارے میں بھی مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور تو اور اس کے ذریعہ ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ خلا اور وقت مطلق (Obsolute) نہیں ہیں بلکہ یہ بھی تبدیل ہو سکتے ہیں۔

■

Ansari Mohd Bilal Abdur Raheem
Akhara Mohalla, Main Road Pathri
Distt: Parbhani - 431506 (Maharashtra)

Subscription Form "Bachon ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا/کی سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................................. بتاریخ..................................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in, فیکس:011-26108159 فون:011-26109746

دستخط

مومن فیاض احمد غلام مصطفی

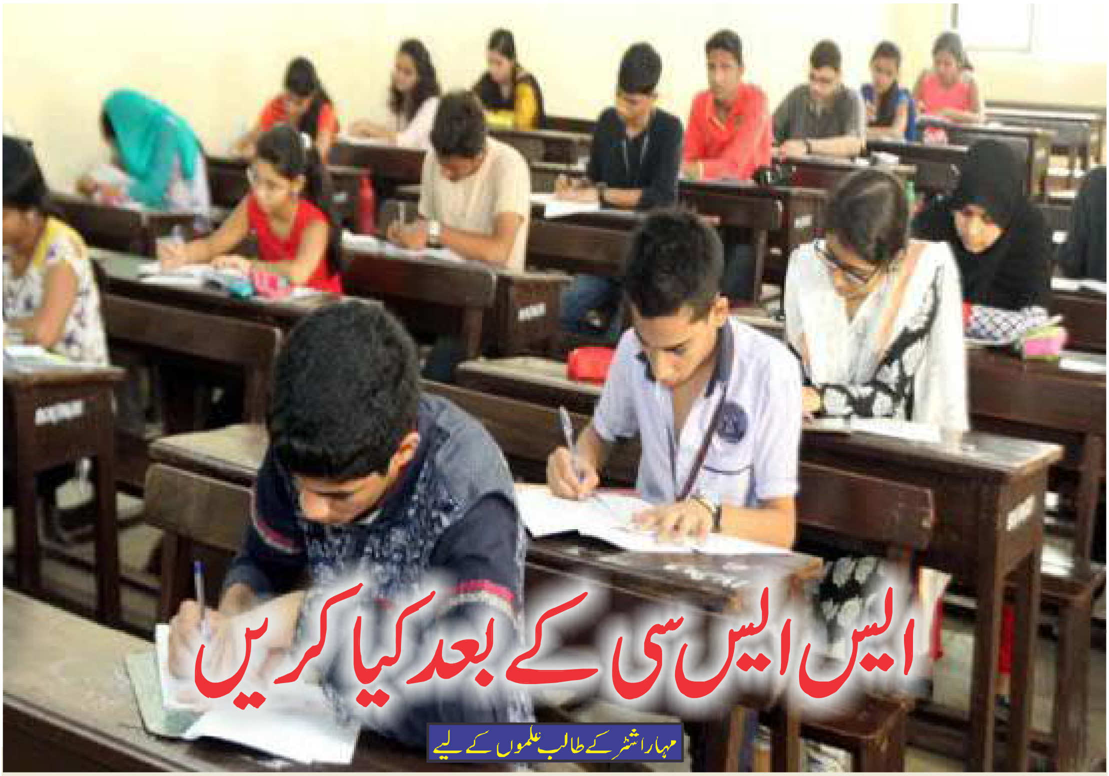

ایس ایس سی کے بعد کیا کریں

مہاراشٹر کے طالب علموں کے لیے

دسویں کے بعد کیا کریں اور کہاں جائیں؟ ہر سال ایس ایس سی کے طلبہ اور ان کے والدین کے لیے ایک اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔ دراصل دسویں ایک ایسا جنکشن اسٹیشن ہے جہاں سے بے شمار کورسیز کی گاڑیاں چھوٹتی ہیں۔ لہٰذا بہت سوچ سمجھ کر کیریئر کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے اور بچیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے سماج میں اپنا مقام بنائیں اور کامیاب زندگی گزاریں۔ مختلف کیریئر اپنے اپنے مقام اور زندگی کے لیے اسی وقت مفید ہوتے ہیں جب صلاحیتوں کے مطابق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو کسی نہ کسی صلاحیت سے نوازا ہے۔ بہت طلبہ کو خود اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ان کے اندر کون کون سی خوبیاں، صلاحیتیں اور فطری رجحانات موجود ہیں۔ عام طور پر ایس ایس سی میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی عمر پختہ نہیں ہوتی اور ان میں فیصلہ کرنے کی قوت بھی کم ہوتی ہے اور کیریئر کو اپنانے میں اپنے ساتھیوں کی آنکھ بند کر کے نقل کرتے ہیں۔ ایس ایس سی میں کامیاب طلبہ اپنے رزلٹ، رجحان، صلاحیت، جذباتی کیفیت، دلچسپی، شوق، گھر کا ماحول، والدین کی مالی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے کریئر کا انتخاب کریں۔ حقیقت میں آج طلبہ کو سائنس، کامرس، آرٹس، میڈیکل اور انجینئر اور میڈیکل کی ہی معلومات ہوتی ہیں اور زیادہ تر والدین کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ یہاں دسویں کے بعد کے کچھ اہم کورسیز کی معلومات دی جارہی ہے۔ طلبہ اس پر غور و فکر کریں اور اپنے کیریئر کا انتخاب کریں۔

شعبہ سائنس: ایسے طلبہ جو سائنس اور ریاضی (حساب

میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے نمبر ان مضامین میں اچھے ہیں اور وہ مستقبل میں ڈاکٹر، انجینئر، نرسنگ مرچنٹ نیوی، فارمیسسٹ، ہوم سائنس، فوڈ ٹیکنالوجی، ایگری کلچر، فیزیو تھیراپسٹ، ریڈیولوجسٹ، وغیرہ بننا چاہتے ہیں۔ وہ اس شعبے میں داخلے لے کر نمایاں نمبروں سے کامیابی حاصل کریں اور کامیابی کی تاریخ لکھیں۔

کامرس: وہ طلبہ جو حساب میں دلچسپی رکھتے ہیں اور مستقبل میں وہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، کاسٹ اکاؤنٹنٹ، کمپنی سیکریٹری، چارٹرڈ فنانشیل انالسٹ، وغیرہ کے کورس کرنا چاہتے ہیں وہ کامرس میں داخلہ لیں۔

آرٹس: زبان دانی، تاریخ، ادب اور دیگر مضامین میں دلچسپی والے طلبہ اس شعبے میں داخلہ لیں۔ آرٹس میں کیریئر کے کئی اہم مواقع موجود ہیں۔

ڈپلوما کورس: طلبہ اگر تکنیکی ذہن رکھتے ہیں تو اس جانب دھیان دیں۔ سول، میکانیکل، الیکٹریکل، پروڈکشن، کمپیوٹر، پرنٹنگ ٹیکنالوجی، ٹیلی کمیونیکیشن وغیرہ سے متعلق ڈپلوما کورس کرسکتے ہیں۔ ڈپلوما کورس کی مدت تین سال کی ہوتی ہے۔

آئی ٹی آئی کورس: ایسے طلبہ جن کے کسی وجہ سے دسویں میں کم مارکس آئے ہیں۔ وہ اس شعبے میں داخلہ لے کر اپنا خود کا روبار کر سکتے ہیں۔ دسویں کے رزلٹ کے بعد دس دنوں کے اندر درخواست دیں۔ ان کی عمر 15 سے 25 سال کے درمیان ہو۔ اس کورس کی سہولت تقریباً ہر شہر میں ہے۔

یک سالہ مدتی کورس: ویلڈر، مولڈر، کارپینٹر، ڈیزل میکانک، پلمبر، اسٹینوگرافر، بک بائنڈر، ڈریس میکنگ، پلاسٹک مولڈ میکر، ربر ٹیکنیشن وغیرہ۔

دو سالہ مدتی کورس: فٹر، ٹرنر، موٹر میکانک، الیکٹریشین، ٹول اینڈ ڈائی میکر، ڈرافٹسمین، سول میکانک، ریڈیو ٹی وی میکانک وغیرہ

میڈیکل لیب ٹیکنالوجی (ایم ایل ٹی): ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس ہے۔

تعلیمی ادارے: (1) لوک مانیہ تلک میڈیکل کالج سائن ممبئی (2) ٹی این میڈیکل کالج ممبئی، (3) ایس این ڈی ٹی وومینس یونیورسٹی چرچ گیٹ، پیرامیڈیکل کالج بھانڈوپ

ٹیکے لگانا: مختلف بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لیے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ ایس ایس سی کے بعد یہ تین ماہ کا کورس ہے۔ اس میں داخلہ ان مہینوں میں ہوتا ہے۔ (1) یکم جنوری سے 31 مارچ (2) یکم مئی سے 31 جولائی (3) یکم ستمبر سے 30 نومبر تک۔ اس کے لیے درخواست سپرینٹیڈنٹ آف ڈیکسینس ممبئی کارپوریشن پریل 29 الفسٹن روڈ کے نام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کاما ہاسپٹل ممبئی، اور وومینس ٹرسٹ ممبئی سے بھی یہ کورس کر سکتے ہیں۔

مچھلی پالن: یہ سہ ماہی کورس ہے اس میں طلبہ کو 105 روپے ماہانہ وظیفہ ملتا ہے۔

پتہ: ڈائرکٹر آف فیشریس، تاراپوروالا ایکوریم ممبئی 400002

فائر فائٹنگ: سب آفیسرس/اسٹیشن آفیسرس کا یہ 25 ہفتے کا کورس ہے۔ اس کے لیے اونچائی 165 سینٹی میٹر، وزن 50 کلومیٹر اور سینہ 181 سے 186 کے درمیان ہونا ضروری ہے۔

پتہ: نیشنل فائیر سروس کالج ناگپور

فائر ٹیکنالوجی (فائرمین): دوسالہ کورس

پتہ: شاہ ہاؤس تھرڈ فلور شہید بھگت سنگھ روڈ قلابہ پولس اسٹیشن کے سامنے ممبئی 1

ڈپلوما ان اکاؤنٹیسی اینڈ سیکریٹریل پریکٹس:

ایک سالہ کورس

پتہ: سڈنم کالج آف کامرس اینڈ اکنامکس، بی روڈ چرچ گیٹ ممبئی

فیشن ڈیزائننگ: ایک سالہ کورس

ٹیکسٹائل ڈیزائننگ: ایک سالہ کورس

وونگ ٹیکنالوجی: پارٹ ٹائم

پتہ: ساسمیرا مارگ ورلی ممبئی فون نمبر 24935351 24935352

سرٹیفکیٹ کورس ان ٹرانسپورٹ مینجمنٹ: ایک ماہ

پتہ: پٹیل انسٹی ٹیوٹ آف ٹرانسپورٹ مینجمنٹ، 94 اے بی محمد علی روڈ نور ہاسپٹل بلڈنگ ممبئی

سرٹیفکیٹ کورس ان لائٹ میوزک: ایک سال

پتہ: ڈپارٹمنٹ آف میوزک یونیورسٹی کلب ہاؤس، بی روڈ چرچ گیٹ ممبئی

کرافٹ ٹیچر کورس: ڈیڑھ سال

پتہ: ہینڈی کرافٹ ٹیچرس ٹریننگ کالج آدرش نگر ممبئی

ایکسرے ٹیکنیشین: ایک سال

پتہ: بی جے میڈیکل کالج پونے (2) وکٹوریہ ہاسپٹل بنگلور (3) میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل ویجاپور (4) انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ اینڈ ہائجن سی این نمبر 142 بنگلہ نمبر 6 بھلکے نگر کوتھرڑ پونہ (6) ماہ

ٹریننگ آف ٹیچرس فار مینٹلی ریٹارڈیشن: ایک سال

پتہ: وکٹوریہ میموریل ہائی اسکول فار بلائینڈ تاردیو ممبئی

فوٹو گرافی پیکیج کورس: ایک سال فیس 2500 ہزار۔

فوٹو گرافی کورس: 4 ماہ فیس 7500 روپے

کریٹیو وڈیو گرافی کورس: 4 ماہ فیس 10000 روپے

اسیٹنگ کورس: 3 ماہ فیس 7500 روپے

پتہ: ایل ایس راہیجا اسکول آف آرٹس ڈپارٹمنٹ آف فلم اینڈ ٹیلی وژن آدرش نگر مقابل بلڈنگ نمبر 38 ورلی ممبئی فون نمبر 24223467

ڈپلوما ان پلاسٹک مولڈ ٹیکنالوجی: 3 سال

پتہ: سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف پلاسٹک انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی چنئی

لیدر ٹیکنالوجی: 3 سال

گورنمنٹ لیدر ورکنگ اسکول کھیرواڑی باندرہ

ڈپلوما ان جیمس جیمالوجی ڈائمنڈ گریڈنگ 1/23 (ساڑھے تین سال)

پتہ: جیمالوجیکل انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا گروکل چیمبرس ممبا دیوی روڈ ممبئی

کرافٹمین شپ کورس ان بیکری اینڈ کنفیکشری: ایک سال

کرافٹمین شپ ان ریسٹورینٹ اینڈ کاؤنٹر سروس: 6 ماہ

ہوٹل رسیپشن اینڈ بک کیپنگ: ایک سال

کرافٹمین شپ ان کینگ اینڈفوڈ پریزرویشن: ایک سال

پتہ: انسٹی ٹیوٹ آف کیٹرنگ ٹیکنالوجی اینڈ اپلائیڈ نیوٹریشن دادر ممبئی، (2) فوڈ کرافٹ انسٹی ٹیوٹ شیواجی نگر پونے (3) فوڈ کرافٹ انسٹی ٹیوٹ پناجی گوا (4) انسٹی ٹیوٹ آف کیٹرنگ ٹیکنالوجی اینڈ اپلائیڈ نیوٹریشن اڈیار چنئی (5) انسٹی ٹیوٹ آف ہوٹل مینجمنٹ اینڈ کیٹرنگ اینڈ نیوٹریشن پوسا نیو دلی

سنیٹری انسپکٹر کورس: ایک سے ڈیڑھ سالہ کورس

پتہ: سنیٹری انسپکٹر کورس آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف لوکل سیلف گورنمنٹ، سی ڈی برفی والا مارگ اندھیری (ویسٹ) ممبئی

سنیٹری انسپکٹر کورس: آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف لوکل سیلف گورنمنٹ تلک کالج آف ایجوکیشن پونے ہیلتھ انسپکٹر ٹریننگ سینٹر میسور، ہیلتھ انسپکٹر ٹریننگ سینٹر دھارواڑ

میرین ریڈیو آفیسر س کورس: ایک سال

پتہ: سینٹ زیورس کالج ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ماہم ممبئی، (2) میرین آفیسر ٹریننگ آرگنائزیشن راج شری سوسائٹی ناتو باغ پونے (3) میرین ٹائم ریڈیو کمیونیکیشن کالج، پلاٹ نمبر 4 دوسرا مالہ بالا جی نگر، بس اسٹاپ کے پاس ساگر ماربل کے سامنے پونے ستارا روڈ دھنک واڑی پونے (4) مارکو پولو انسٹی ٹیوٹ آف میرین الیکٹرانکس پوسٹ باکس نمبر 583043 ویلر روڈ کاکس ٹاؤن بنگلور

ڈپلوما ان آپتھمالوجی: ۳ سال

پتہ (1) جسلوک ہاسپٹل ممبئی، (2) کے ای ایم ہاسپٹل پریل ممبئی، (3) ایس این ڈی ٹی یونیورسٹی چرچ گیٹ ممبئی، (4) بی وائی ایل نائر ہاسپٹل ممبئی، (5) بچو بھائی ہاسپٹل پریل ممبئی

بک پبلشنگ: ایک سال

پتہ: انسٹی ٹیوٹ آف پرنٹنگ ٹیکنالوجی بھونس کالج چوپاٹی ممبئی

■

Momin Fayyaz Ahmad Ghulam Mustafa
Samadiya High School & Junior College
Bhiwandi- 421302 (Maharashtra)

جوابات

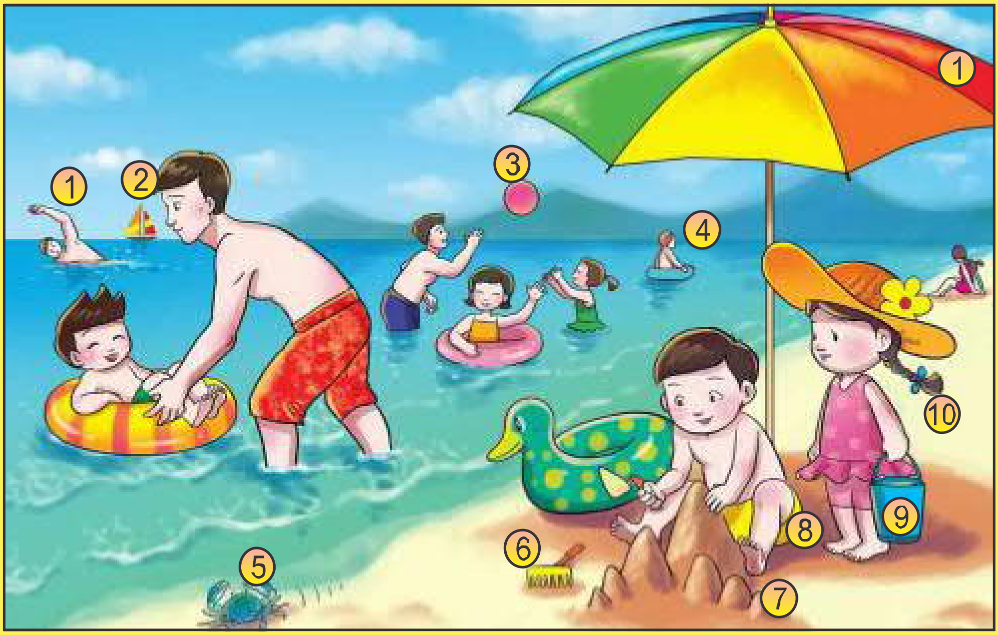

عبدالناصر

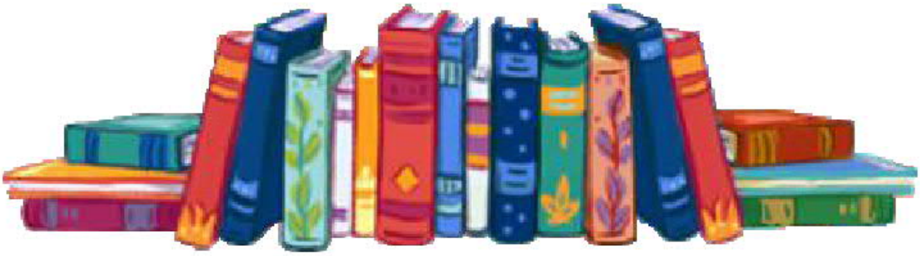

کتاب

جس کو ہم سب کتاب کہتے ہیں
علم کے اس میں چشمے بہتے ہیں

دور ذہنوں سے ہوتی تاریکی
علم کی ہوتی پیدا باریکی

راہیں دکھلاتیں یہ مسافر کو
پاس لاتیں قریب منزل کو

جو بھی اس کے قریب ہے آتا
سرخ رو وہ ہے لوٹ کر جاتا

علم جیسا بھی چاہے ہم سیکھیں
اس کے اوراق میں ہی ہم پائیں

دین و دنیا کی پائیں ہم لذت
قلب کو اس سے ملتی ہے فرصت

حال و ماضی کی بھی خبر دیتی
دل کے یہ حوصلے بڑھا جاتی

دودھ کا دودھ پانی کا پانی
کیسے ہو عدل کی جہانبانی

یہ سبھی کچھ ہمیں سکھاتی ہے
ہر تعصب سے یہ بچاتی ہے

شرط ہے ہم تلاشیں اچھی کتاب
جو دکھاتی ہمیں ہے راہ صواب

کچھ کتابیں تو ہوتی ہیں گندی
جن کو پڑھنا نہیں عقل مندی

Abdun Nasir
C-24, Okhla Vihar, Jamia Nagar
New Delhi - 110025

عاصم رضا مقصود اختر

الیکشن

جیسے جیسے جنگل میں تعلیم کا رجحان بڑھا تو جانوروں کو بھی جمہوریت اور آزادی کی اہمیت کا احساس ہونے لگا۔ اور انھوں نے سوچا کہ قبلہ شیر صاحب تو زبردستی تخت پر سواری گانٹھے ہوئے ہیں۔ کرتے دھرتے کچھ بھی نہیں ہیں دن بھر جانوروں سے مالش کروانے کھانے پینے کے علاوہ کوئی شغل نہیں ہے۔ مہینے دو مہینے میں اپنے سیکریٹری کوّے سے تقریر لکھوا کر پڑھتے ہیں اور جو جانور ان کی تعریف میں نعرے نہیں لگاتا اسے راجا صاحب کے ناشتے میں پیش کر دیا جاتا ہے۔

جانوروں نے اپنے حقوق کے لیے دھرنے دیے، بہت خون خرابا ہوا، سالوں آنسو گیس کی بو جنگل سے نہ گئی، بہر حال شیر صاحب کا وہی انجام ہوا جو ایک ظالم کا ہوتا ہے۔ عوام کی قربانیاں رنگ لائیں اور شیر صاحب کو ہتھیار ڈال کر اپنے کچھار سے اعلان کرنا پڑا کہ فوراً الیکشن کرائے جائیں گے اور جنگل کی باگ دوڑ منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں سونپ دی جائے گی۔

الیکشن کا دن آ پہنچا شیر صاحب کو معلوم تھا کہ عوام ان سے نفرت کرتی ہے، اس لیے انھوں نے اپنی طرف سے گینڈے کو کھڑا کیا اور چال یہ چلی کی دوسرے امیدواروں میں پھوٹ ڈال کر جھگڑا کرایا جائے اور اس طرح اپنا الّو سیدھا کیا جائے۔

پرندوں کی طرف سے لقّا کبوتر کھڑے ہوئے پہلے تو لقّا صاحب راضی نہیں ہوئے لیکن جب جانوروں نے سمجھایا کہ الیکشن لڑنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی گینڈے سے کشتی لڑائی جائے گی بلکہ ووٹ کے ذریعہ سے یہ طے کیا جائے گا کی جانور کسے پسند کرتے ہیں۔ تیسرے امیدوار پروفیسر لنگور تھے۔ کیونکہ وہ کافی عمر دراز ہونے کے ساتھ ساتھ چھ سال افریقہ میں بھی رہ کر آئے تھے اس لیے لوگ انھیں پروفیسر کہتے تھے۔

درخت کی ٹہنیوں اور پتّوں سے ہر امیدوار نے اپنے خیمے سجائے تھے۔ بچّے جن کا کوئی ووٹ بھی نہیں تھا وہ بھی والنٹیر کے بیج گلے میں لٹکائے ادھر ادھر گھوم رہے تھے، ایک بکرا ٹین کا بھونپو لے کر اعلان کر رہا تھا:

''آ گئے، آ گئے آپ کے محبوب لیڈر پروفیسر لنگور

صاحب پیڑ سے میدان سیاست میں دھم سے کود آئے ہیں۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ جنگل میں تعلیم کا رجحان بڑھے، انسان کی بڑھتی ہوئی زیادتیوں کے خلاف ہم بھی اقوام متحدہ میں اپنی آواز اٹھا سکیں تو آپ کو چاہیے کہ پروفیسر صاحب کو اپنا قیمتی ووٹ دے کر کامیاب بنائیں۔

دوسری طرف گینڈے کا ایجنٹ چلّا رہا تھا:

"پیارے جانورو! جنگل کے بادشاہ کی شخصیت کو بارعب ہونا چاہیے کیا آپ پسند کریں گے کہ ہمارا سربراہ درختوں کی شاخوں پر اچھل کود جیسی غیر سنجیدہ حرکتیں کریں۔ جب تک بلب نہ لگوائیں شام کو چہرہ نظر نہ آئے، جنگل کے سربراہ کو گینڈے صاحب کی طرح طاقتور ہونا چاہیے۔"

توتے میاں ایک ڈالی پر بیٹھے کہہ رہے تھے:

"ابھی آپ نے ان دونوں چمچوں کی باتیں سنیں لیکن آپ یقین کریں کہ آپ کے ووٹ کے اصلی حق دار لقا کبوتر صاحب ہیں۔ ان کا دل بھی ان کے پروں کی طرح شفاف ہے۔ سربراہ کو پہلوان کے بجائے سادہ طبیعت ہونا چاہیے۔ لقّا صاحب کے دور حکومت میں آپ دیکھیں گے کہ ہمارے سفیر بادلوں اور چاند پر بھی جائیں گے۔"

جیسے جیسے پولنگ کا وقت قریب آرہا تھا تلخ کلامی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ ہر امیدوار کی یہ کوشش تھی کہ جس طرح بھی ہو مخالف امیدوار کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ کئی سال بعد جانوروں کو آزادی نصیب ہوئی تھی اور ان کا خیال تھا کہ آزادی کا مطلب ہے کہ جو چاہیں کریں اس لیے ہر امیدوار کو جیتنے کی دُھن تھی۔ گینڈے کو طاقت پر گھمنڈ تھا، اس لیے اس کے ایجنٹ سب کے کان میں کہتے پھر رہے تھے:

"اگر کسی نے لنگور یا لقا کی طرف رخ کیا تو وہ اپنے پیروں پر گھر نہ جا پائے گا"

لنگور کے دادا شیر کے وزیر رہ چکے تھے اور خوب دولت اکٹھی کی تھی۔ اس لیے لنگور پیسے کے زور پر ووٹ خریدنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دس بجے کے قریب پولنگ شروع ہوئی۔ پرندوں کا ایک غول جب کبوتر کے کیمپ سے نعرے لگاتے باہر نکلا تو گینڈے

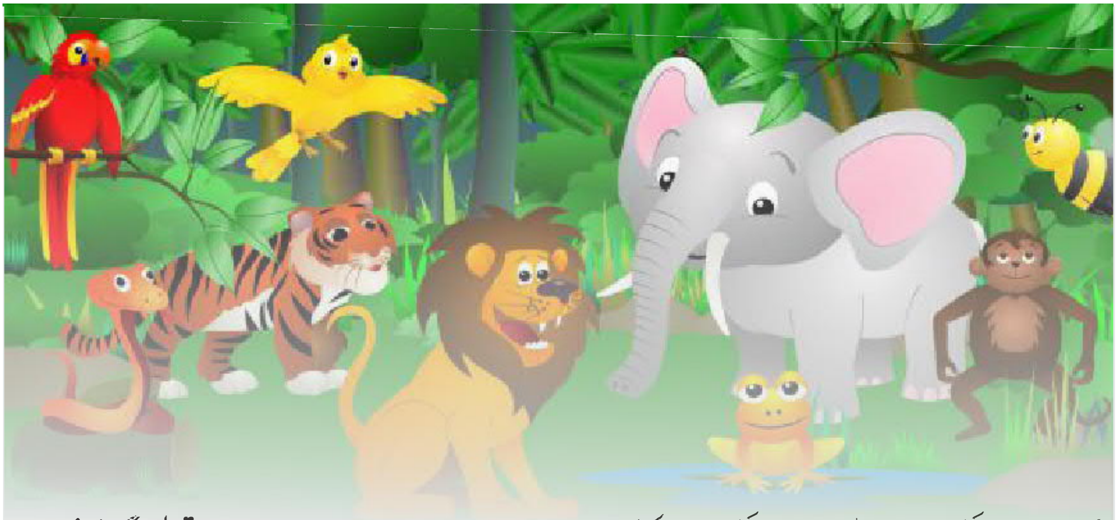

کے اشارے پر کئی باز اس پر ٹوٹ پڑے، کئی پرندوں کو لہولہان کردیا۔اس لڑائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لنگور نے جعلی ووٹوں کی گڈی بیلٹ بکس میں ڈالنی چاہی لیکن خرگوش نے دیکھ کر شور مچا دیا اور تمام جانور اس طرف دوڑے اور ادھر دوسرا مورچہ تیار ہوگیا۔

فاختہ اپنے گھونسلے میں بیٹھی سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اسے علم تھا کہ اگر جانور اسی طرح لڑتے رہے تو وہ کمزور پڑ جائیں گے اور شیر صاحب موقع کا فائدہ اٹھا کر پھر سے تخت پر براجمان ہوجائیں گے۔آخر اس سے ضبط نہ ہوسکا اور درخت کی سب سے اونچی شاخ سے چیخ کر اس نے جانوروں کو مخاطب کیا:

”بے وقوف جانورو! سنو! سنو! اگر آج میری بات نہ سنو گے تو تباہ ہوجاؤ گے۔تم نے بڑی قربانیاں دے کر آزادی حاصل کی ہے اس کی قدر کرو۔آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کسی کو من مانی کرنے کا حق ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون کے دائرے کے اندر رہ کر لوگوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے کا حق ہے۔اگر تمھیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا تو تمھیں بھی کسی کا آقا بننے کا حق نہیں ہے ”جیو اور جینے دو“ یہی آزادی کا مطلب ہے اتحاد میں بڑی طاقت ہے۔تم مل گئے تو شیر جیسے طاقتور راجا کو تخت سے اترنا پڑا۔اب اگر تم واپس لڑنے لگو گے تو تنکے کی طرح بکھر کر کمزور ہوجاؤ گے۔ایمانداری سے الیکشن ہونے دو۔الیکشن میں ہارنے کا یہ مطلب نہیں کی ہارنے والے سے جانور نفرت کرتے ہیں جو اس بار کامیاب نہیں ہوئے اگلی بار کامیاب ہوسکتے ہیں۔عوام کی خدمت بغیر حکومت حاصل ہوئے بھی ہوسکتی ہے۔مجھے امید ہے کہ تم لوگ مجھ ناچیز کی بات پر غور کروگے۔“

فاختہ کے الفاظ نے جانوروں پر جادو کا کام کیا۔سب نے محسوس کیا کہ وہ واقعی اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے تھے۔ اس کے بعد الیکشن بہت سکون سے ہوا۔کبوتر میاں کافی ووٹوں سے کامیاب ہوگئے۔گینڈے نے وزارت دفاع اور لنگور نے وزارت تعلیم بخوشی قبول کی اور مل جل کر جنگل کے جانوروں کی خدمت کرنے کا عہد کیا۔

■

Asim Raza S/o Maqsood Akhtar
Doman Pura Ansari Nagar
Mau Nath Bhanjan
Mau - 275101 (UP)

طارق محمود مرزا

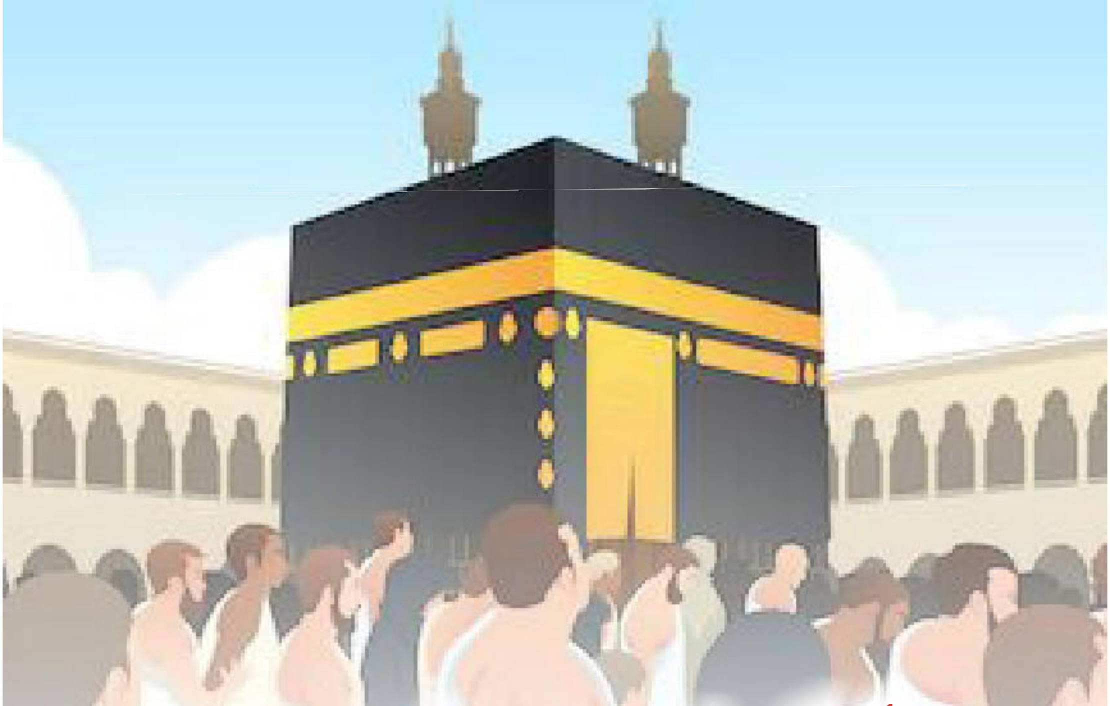

نیکی کسی کی میراث نہیں ہے

میں اور میری اہلیہ 2013 میں آسٹریلیا سے فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے۔ اس غرض سے ہمیں پاسپورٹ، تصاویر، حفاظتی ٹیکے لگوانے کا میڈیکل سرٹیفیکیٹ، نکاح نامے کی تصدیق اور کسی امام مسجد سے مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں ایک ہندو لیڈی ڈاکٹر، ایک عیسائی پولیس آفیسر اور ایک امام مسجد کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ڈاکٹر شیلا برسوں سے ہماری فیملی ڈاکٹر ہے۔ ڈاکٹر شیلا اور اس کے شوہر ڈاکٹر ستیش بھٹ کی سرجری ہمارے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے۔ ڈاکٹر شیلا نے سعودی سفارت خانے کی ہدایت کے مطابق حفاظتی ٹیکے لگائے اور سرٹیفیکیٹ دے دیا۔ اس کے ساتھ اس نے احتیاطاً سعودی عرب میں قیام کے دوران مختلف ممکنہ بیماریوں کے نسخے بھی لکھ دیے۔ پھر اس نے کافی وقت صرف کرکے ہم دونوں کے میڈیکل سرٹیفیکیٹ بنائے جس میں درج تھا کہ ہمیں ان دواؤں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایئرپورٹ پر ان دواؤں کے بارے میں کوئی سوال پوچھے تو اس کا جواب ہمارے پاس اس سرٹیفیکیٹ کی صورت میں موجود ہو۔ اس طرح اس نے ہمیں کسی ممکنہ پریشانی سے بچانے کا پورا انتظام کیا۔ ان دواؤں میں عام استعمال کی دوائیں جیسے قے روکنے کی دوا، الرجی کی

دوا، ایڑھیاں پھٹنے کی دوا، نزلہ زکام اور گلہ خراب ہونے کی دوا شامل تھیں۔

آسٹریلیا میں ڈاکٹر کسی بھی دوا کا نسخہ لکھ کر دینے میں بہت احتیاط کرتے ہیں کیونکہ ان کی فیس حکومت ادا کرتی ہے۔ دواؤں کی قیمت میں بھی حکومت کا حصہ ہوتا ہے۔ یعنی مریض کو عموماً دوا کی پوری قیمت نہیں دینی پڑتی۔ اس میں سے کچھ حصہ حکومت ادا کرتی ہے۔ اس لیے ڈاکٹر بغیر ضرورت اور بغیر بیماری کے کبھی دوا لکھ کر نہیں دیتے۔ عام حالات میں ڈاکٹر شیلا بھی یہی کرتی تھی۔ ہمیں اتنی ساری دوائیں لکھ کر دینے کی وجہ اس نے یہ بتائی "دورانِ حج وہاں بہت خلقت جمع ہوتی ہے۔ مختلف بیماریوں کے جراثیم عام ہوتے ہیں۔ اس سے بہت سے لوگ متاثر ہوجاتے ہیں۔ تقریباً ہر آدمی پر یہ بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں۔ اگر آپ کے پاس یہ دوائیں ہوں گی اور وقت پر استعمال کریں گے تو ان امراض سے بچاؤ ممکن ہوسکے گا"

ڈاکٹر شیلا نے درست کہا تھا سفرِ حج میں اور قیام حرمین شریفین کے دوران ہمیں ان دواؤں کی بار بار ضرورت پڑی اور یہ دوائیں ہمارے بہت کام آئیں۔ اگر یہ دوائیں ہمارے پاس نہ ہوتیں تو یقیناً ہمیں سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ہم اپنی اس ڈاکٹر کے ہمیشہ ممنون رہیں گے۔ خدا اس کو سکون اور شانتی دے کیونکہ خدا تو سب کا ہے۔

نکاح نامے کی تصدیق کی باری آئی تو اس کی شرط یہ تھی کہ کوئی پولیس آفیسر ہی اس کی تصدیق کرسکتا ہے۔ یہ شرط معمول سے ہٹ کر تھی کیونکہ عام طور پر آسٹریلیا میں دستاویزات کی تصدیق Justice of Peace جسے عرف عام میں جے پی کہا جاتا ہے، کرتے ہیں۔ یہ عام شہریوں میں سے نامزد کیے جاتے ہیں۔ میرے دوستوں میں سے بھی چند ایک جے پی ہیں۔ ہمیں پاکستانی جے پی کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کسی اُردو دستاویز کی تصدیق کرانی پڑ جائے۔ یہ جے پی مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً کیمسٹ، پوسٹ آفس کا کلرک، بنک اسٹاف، ٹریول ایجنٹ یا دُکاندار یہ ذمہ داری لیتے ہیں۔ تاکہ لوگ آسانی سے ان تک پہنچ کر کاغذات کی تصدیق کرواسکیں۔

میرا نکاح نامہ اُردو میں ہے۔ ماہ وسال کی گردش کے ساتھ دولہا اور دلہن کی طرح نکاح نامہ بھی عمر رسیدہ اور خستہ حال ہوچکا ہے۔ وہ اپنی ابتدائی رنگت اور شکل وشباہت کھو کر زردی مائل اور گھسے پٹے کاغذ میں بدل چکا ہے۔ اگرچہ میں نے اس پر میک اپ کی تہیں (پلاسٹک کوٹنگ) چڑھا کر اور زمانے کے گرم وسرد سے محفوظ رکھنے کی اپنی سی کوشش کرکے اس کی چمک دمک برقرار رکھنا چاہی لیکن عمر رسیدہ مرد اور بوسیدہ کاغذ کی کڑک کب قائم رہتی ہے۔ لہٰذا اُڑی اُڑی رنگت، پیلاہٹ اور مدہم الفاظ کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آرہا تھا۔ برسوں پہلے جب میں آسٹریلیا آرہا تھا تو اسلام آباد سے میں نے اس کا انگریزی ترجمہ کروایا تھا وہ اب کام آیا۔ لیکن تصدیق بہرحال اصلی نکاح نامے کی ہونا تھی۔ یہ اصل نکاح نامہ اور اس کا انگریزی ترجمہ لے کر میں مقامی پولیس اسٹیشن گیا۔ کاؤنٹر پر موجود پولیس آفیسر کو میں نے نکاح نامہ، اس کا انگریزی ترجمہ اور سعودی سفارت خانے کا ویزہ فارم دکھایا تو وہ تینوں کاغذات لے کر دفتر کے اندر چلا گیا۔ تقریباً پانچ چھ منٹ کے بعد وہ واپس آیا تو اس کا منہ ایسے لٹکا ہوا تھا جیسے رس بھرا آم درخت سے گرنے والا ہو۔ اس نے جب بات کی تو لگا کہ بس رو ہی دے گا" مجھے افسوس ہے میں اس دستاویز کی تصدیق نہیں کرسکتا کیونکہ مجھے اس کا ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آیا ہے۔ میں نے

انگریزی ترجمہ دیکھا ہے لیکن اس سے اس لیے مدد نہیں ملتی کہ میں نے اردو نکاح نامے کی تصدیق کرنا ہے جسے میں پڑھ نہیں سکتا۔اس لیے میں معذرت خواہ ہوں''

اس پولیس آفیسر کے انکار پر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مجھے غصے سے زیادہ اس پر ترس آیا۔اس کے پریشان حال چہرے کو دیکھ کر میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''کوئی بات نہیں آپ کاغذات واپس کر دیں میں معلوم کروں گا کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے''

اس نے حیران ہو کر کہا ''آپ یہ کاغذات واپس کیوں لے جانا چاہتے ہیں؟''

میں نے کہا'' آپ نے تصدیق کرنے سے انکار کر دیا ہے تو میں انہیں یہاں چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا''

وہ بولا ''لیکن ویزے کی شرائط کے مطابق اس ڈاکومنٹ کی تصدیق صرف پولیس کر سکتی ہے۔ ورنہ آپ کو ویزا نہیں ملے گا''

''میں جانتا ہوں آفیسر لیکن آپ تصدیق کرنے سے انکار کر چکے ہیں ''میں نے قدرے جھنجلا کر کہا۔

میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

پولیس آفیسر جس کا نام رابرٹ تھا اسی معذرت خواہانہ لہجے میں بولا''میں نے تصدیق سے انکار اس لیے کیا ہے کہ مجھے اُردو نہیں آتی ہے۔لیکن اس مسئلے کا حل پولیس کی ذمہ داری ہے۔آپ کو اگر بہت زیادہ جلدی نہیں ہے تو یہ کاغذات ہمیں دے جائیں۔ہم کسی اچھے اُردو مترجم کو بلوائیں گے۔اس سے پڑھوانے کے بعد اس کی تصدیق کر دیں گے''

''اس میں کتنے دن لگیں گے؟ ''میں نے دریافت کیا۔

''زیادہ سے زیادہ دو دن! اگر آج مترجم نہ مل سکا تو کل تک ضرور بندوبست ہو جائے گا۔اس کی تصدیق کے بعد میں اپنے دستخط کر کے اور مہر لگا کر یہ کاغذات آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔''

''اس کی ضرورت نہیں میں آپ کو فون نمبر دے دیتا ہوں۔ میرا دفتر یہاں قریب ہی ہے۔کاغذات کی تصدیق ہو جائے تو مجھے فون کر لیں میں آ کر لے جاؤں گا'' میں نے کہا۔

رابرٹ نے کہا''بالکل ٹھیک ہے۔کل تک آپ کو کاغذات مل جائیں گے۔آپ کو جو دشواری ہوئی ہے اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں لیکن یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ پڑھے بغیر ہم کسی دستاویز کی تصدیق نہیں کر سکتے''

دوسرے دن صبح دس بجے کے لگ بھگ رابرٹ کا فون آ گیا۔اس نے بتایا کہ میرے کاغذات کی تصدیق ہو چکی ہے میں جب چاہوں آ کر انہیں لے جا سکتا ہوں۔ایک گھنٹے بعد میں کاغذات اٹھانے پولیس اسٹیشن گیا تو ڈیوٹی پر موجود آفیسر نے اپنے انچارج کو بلا لیا۔انچارج نے بھی مجھ سے معذرت کی کہ ہم کل کاغذات کی تصدیق نہ کر سکے۔اس نے بھی وضاحت کی اس کی وجہ کیا تھی۔ مجھے علم تھا کہ مترجم ہر کام کی فیس لیتے ہیں۔ میں نے جب فیس کی بابت پوچھا تو انچارج نے کہا''ہاں مترجم کی فیس ہوتی ہے جو پولیس اپنے فنڈ سے ادا کرے گی۔ کیونکہ اس کی ضرورت ہمیں تھی لہٰذا اس کی فیس بھی ہم ہی ادا کریں گے''

میں شکریہ ادا کر کے جانے لگا تو انچارج نے ہولے سے کہا:

"Good Luck and have a safe trip of Mecca"

میں نے اس کا دوبارہ شکریہ ادا کیا اور اس نظام پر میرا

یقین گہرا ہو گیا جس میں سرکاری ملازم عوام کے آقا نہیں بلکہ ان کے خادم ہوتے ہیں۔

ویزے کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ کسی امام مسجد سے سرٹیفیکیٹ لیا جائے کہ درخواست دہندہ مسلمان ہے۔ سڈنی کے تقریباً سبھی پاکستانی ائمہ مساجد سے میری جان پہچان ہے۔ چند ایک سے دوستی بھی ہے۔ ان میں سے ایک مولانا سے خاصی بے تکلفی ہے۔ حالانکہ مجھے ان سے اختلاف رائے بھی رہتا ہے لیکن ہمارے باہمی تعلقات کبھی متاثر نہیں ہوئے۔ اختلاف کی وجہ کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔ دراصل مولانا صاحب کا ایک خاص مدرسے اور خاص سوچ سے تعلق ہے۔ وہ اپنی تقریروں اور پروگراموں میں اس خاص مدرسے کی سوچ کو پروان چڑھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پروگراموں میں اگر کوئی مختلف سوچ کا آدمی شرکت کرے تو اسے کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ مولانا کا سارا زور اپنے فرقے پر ہوتا ہے۔ میں نے انہیں کئی دفعہ سمجھانے کی کوشش کی کہ فرقہ بندی کے بجائے دین کی بنیادی تعلیمات اور حقوق وفرائض کو زیر بحث رکھنا چاہیے۔ بہرحال مولانا صاحب اسی ڈگر پر قائم ہیں۔ میں دوستی اور محبت کے مارے گاہے گاہے ان کے پروگراموں میں شرکت کر لیتا ہوں لیکن پابندی سے نہیں جاتا۔ ہم نے انہی مولانا صاحب سے رابطہ کیا اور سعودی سفارت خانے کے مطلوبہ سرٹیفیکیٹ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا ”یہ سرٹیفیکیٹ کوئی بھی امام مسجد دے سکتا ہے جو آپ کو جانتا ہو“

”کیا آپ بھی یہ سرٹیفیکیٹ دینے کے مجاز ہیں؟“ میں نے پوچھا:

کہنے لگے ”جی ہاں میں بھی یہ سرٹیفیکیٹ دے سکتا ہوں لیکن آپ اپنے علاقے کے مولانا سے ہی لے لیں تو بہتر ہے“

”اس کی کوئی وجہ ہے؟“ میں نے دریافت کیا۔ دراصل ہمارے علاقے کی مسجد زیرِ مرمت اور بند تھی۔

مولانا صاحب فرمانے لگے ”اس کی وجہ یہ ہے میں اپنے گروپ کے لوگوں کو یہ سرٹیفیکیٹ دیتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے پروگراموں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں اور مالی مدد بھی کرتے ہیں۔ پھر بھی آپ کو اگر کوئی مسئلہ درپیش.....؟“

”میں سمجھ گیا ہوں اور انشاءاللہ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا“ میں نے مولانا کو جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

اب میں نے فون اٹھایا اور سعودی سفارت خانے سے ملایا۔ سلام دعا کے بعد میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ مطلوبہ سرٹیفیکیٹ دینے کا مجاز کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کسی بھی اسلامک سینٹر، مسجد یا مصلّٰی کے امام سے یہ سرٹیفیکیٹ لے سکتے ہیں یا پھر آپ یہاں قونصلیٹ آفس آ جائیں۔ پاسپورٹ ساتھ لے آئیں۔ ہمارا عملہ یہ سرٹیفیکیٹ دے دے گا۔ آپ کے علاقے میں اگر مسجد نہیں ہے تو لکھ کر بھیج دیں ہم اس کے بغیر بھی ویزا جاری کر دیں گے۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔

سعودی سفارت خانے نے جن لوگوں کی فہرست بھیجی اس میں ہمارے علاقے کی زیرِ تعمیر مسجد کی انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے میرے دوست ضیاء الحق کا نام بھی شامل تھا۔ میں نے اُن سے رابطہ کیا تو انہوں نے بلا تاخیر سرٹیفیکیٹ بنا کر اور مہر لگا کر میرے حوالے کر دیا۔

■

Tariq Mirza
171 Robertson Street
Guildford NSW 2161, Australia

ثناآفرین

غریبی

ارے آج گرمی کتنی ہے۔اللہ رحم کرے ہمارے حال پر

آمین!

ہاں آج تو صبح ہی سے گرمی بہت زیادہ ہے اور لگتا ہے دن بہ بدن اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ایسا نہ کہو بہن! دعا کرو اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش کردے آمین! میں اور میری ایک دوست دونوں اپنی باتوں میں مگن اپنی ایک ساتھی کی خیریت لینے جارہے تھے۔ اس کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز چل رہی تھی۔ ہم جیسے ہی اگلے موڑ پر مڑے ایک آواز سنائی دی۔ بیٹی اے بیٹی! سن تو بیٹی۔ہم دونوں نہ چاہتے ہوئے بھی رک گئے کچھ سوچ کر ان کی طرف بڑھے۔سوچنا اس لیے پڑا کیونکہ گرمی بہت تھی اور دھوپ بہت شدید تھی اور یہ بھی تھا کہ پتہ نہیں کون ہے اور ہم سے کیسی مدد مانگ رہی ہے۔پھر جب ہم نے اس کی طرف دیکھا تو وہ جھریوں بھرا چہرہ۔ ماتھے پر شکن۔ ہاتھ میں پرانا لیے بیٹھی تھی۔

امید بھری نگاہوں سے پسینہ صاف کرتے ہوئے بولی ”بیٹی میں جارہی تھی میرا بٹوہ چوری ہوگیا اور مجھے دوا لانی ہے۔ میری طبیعت خراب ہے۔ میرے پاس اب پیسے نہیں رہے۔ مجھے کچھ پیسے دے دو اللہ تمھاری مدد کرے گا۔

ایک خاتون ہمارے پاس کھڑی ساری باتیں سن رہی تھی۔شاید وہ سامنے والے گھر سے آرہی تھی۔ ان کی گڑی ہوئی نگاہیں اماں کو دیکھتی ہی جارہی تھیں۔ جیسے وہ اماں سے بہت خفا ہے۔

میں نے ان کی طرف سے اپنی نظریں ہٹالیں اور اماں کو موجودہ رقم سے کچھ پیسے دے دیے۔اماں نے ہم دونوں کو بہت دعائیں دیں اور کچھ دیر سوچ کر بولی اگر اور دے دیتیں تو اچھا ہوتا۔

ہم نے اپنی پیٹھ ان کی طرف سے پھیری اور یہ کہتے ہوئے چلنے لگے کہ ابھی ہمیں بھی ضرورت ہے ابھی اتنے ہی رکھو۔ ہم پورے راستے بہت خوش تھے کہ آج تو نیکی کا کام کیا ہے۔شاید اللہ ہماری مدد کردے اور دعائیں قبول کرے۔

ہم آخر کار اپنی سہیلی کے گھر پہنچ ہی گئے اور اتنے خوش تھے کہ جاتے ہی گلے لگ گئے اور باتوں میں مگن ہوگئے۔ بہت دیر بعد ان سے اجازت لی اور وہاں سے رخصت ہوئے۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا چلا گیا۔ہم بھی اپنی اپنی پڑھائی میں مصروف۔اب بس کبھی کبھی ایک دوسرے کی خیریت فون ہی پر لے لیتے ہیں۔

ایک دن پھر وہی آواز سنی۔ میں نے نظر انداز کردیا۔ پھر وہی آواز دوبارہ آئی— بیٹی کچھ دے رہی ہو کیا— شاید یہی الفاظ میں پہلے سن چکی تھی۔ اس لیے تھوڑی حیرانی تھی۔ بہرحال میں کچھ پیسے لے کر اس آواز کی جانب بڑھی اور ضعیفہ کو رقم تھمادی۔

جمعہ کا وقت تھا۔ تقریباً دو ڈھائی بج رہے ہوں گے۔ ہم لوگ جمعہ کے فرائض میں مصروف تھے۔ تب ہی ایک دم مجھے کسی نے آواز دے کر کہا ذرا باہر دیکھنا کون ہے۔ وہی آواز۔

بیٹی کچھ دے رہی ہے کیا!

میں جیسے ہی اس تک پہنچی تو کیا دیکھا۔ دیکھا نہیں سوچا بھی کہ وہی شکل، وہی آواز اور وہی ڈھنگ۔ میں نے کہاں سنی ہے۔ میں اپنے دماغ پر زور ڈالنے پر مجبور تھی کہ کہاں۔ آخر کہاں، کہیں تو—

میرے قدموں کے ساتھ میری سوچ کا دائرہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ جب میرا اور ان کا فاصلہ نہ کے برابر رہ گیا تو یاد آیا یہ تو وہی اماں ہیں جن کی ہم لوگوں نے مدد کی تھی۔ جب یہ کہہ رہی تھیں کہ ان کو دوائی لانی ہے اور دوا کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ آج پھر میرے سامنے ہیں ایک نئے عذر کے ساتھ کہ مجھے چارپائی کے لیے پیسہ چاہیے۔ میں نے ان سے اس روز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے سراسر انکار کردیا۔ نا بیٹی میں نہیں تھی وہ، میں خاموش تھی اور بس اپنے دل دماغ کے ساتھ بحث کررہی تھی۔

''ہاں یہ وہی ہے۔ نہیں جب وہ کہہ رہی تھی میں نہیں۔''

میں نے ان سے دو تین بار پوچھا ہر بار انھوں نے یہی کہہ کر منع کردیا کہ میں وہ نہیں ہوں۔ بہرحال میں نے ان کو کچھ پیسے دینے چاہے مگر انھوں نے یہ کہہ کر منع کردیا اس سے میرا کیا ہوگا اور مجھے اپنے تیور دکھا کر چلی گئی۔

میں دیر تک سوچتی رہی۔ آخر ایسی بھی کیا مجبوری ہے کہ

اس عمر میں اماں جھوٹ بول کر زندگی گزار رہی ہیں۔ ایسی کون سی مجبوری ہے کہ انھیں دنیا کی پڑی ہے، آخرت کی نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ وہ یہ سب کررہی ہیں اور کیوں کررہی ہیں۔ کیا اچھائی کا راستہ انھیں پسند نہیں آتا یا وہ سیدھے راستے پر اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتی ہیں۔ کیا دنیا میں رہنے کے یہی اصول ہیں۔ کیا ہر غریب اپنی زندگی اسی طرح گزارتا ہے۔ کیا ہر غریب کو جینے کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کیا اماں کی زندگی اتنی اجیرن کہ ہر چیز کے لیے انھیں جھوٹے کا سہارا لینا پڑرہا ہے۔ کیا اب کوئی ان پر اعتماد کرے گا۔ نہ جانے دنیا میں ایسی کتنی اماں ہوں گی جو مجبوراً یہ کام کرتی ہیں اور بھروسہ کھودیتی ہیں۔ کیا ہم لوگ اتنے بڑے ہوگئے ہیں کہ غریب سچ بولنے سے ڈرتا ہے۔ کیا دنیا نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ ہمارے سامنے غریب اپنی جگہ نہیں بناپایا۔ یا ہم نے ان کا حق مارا ہے۔ کیا اب بھی ہم کہیں گے کہ ہماری زکوٰۃ صحیح ہاتھوں میں جارہی ہے۔ کہیں اماں کی مجبوری کے پیچھے ہمارا ہاتھ تو نہیں۔

■

Sana Afreen D/o Ateeq Ahmad
Hydel Contractor, Lal Sarai
Nagina, Bijnor (UP)

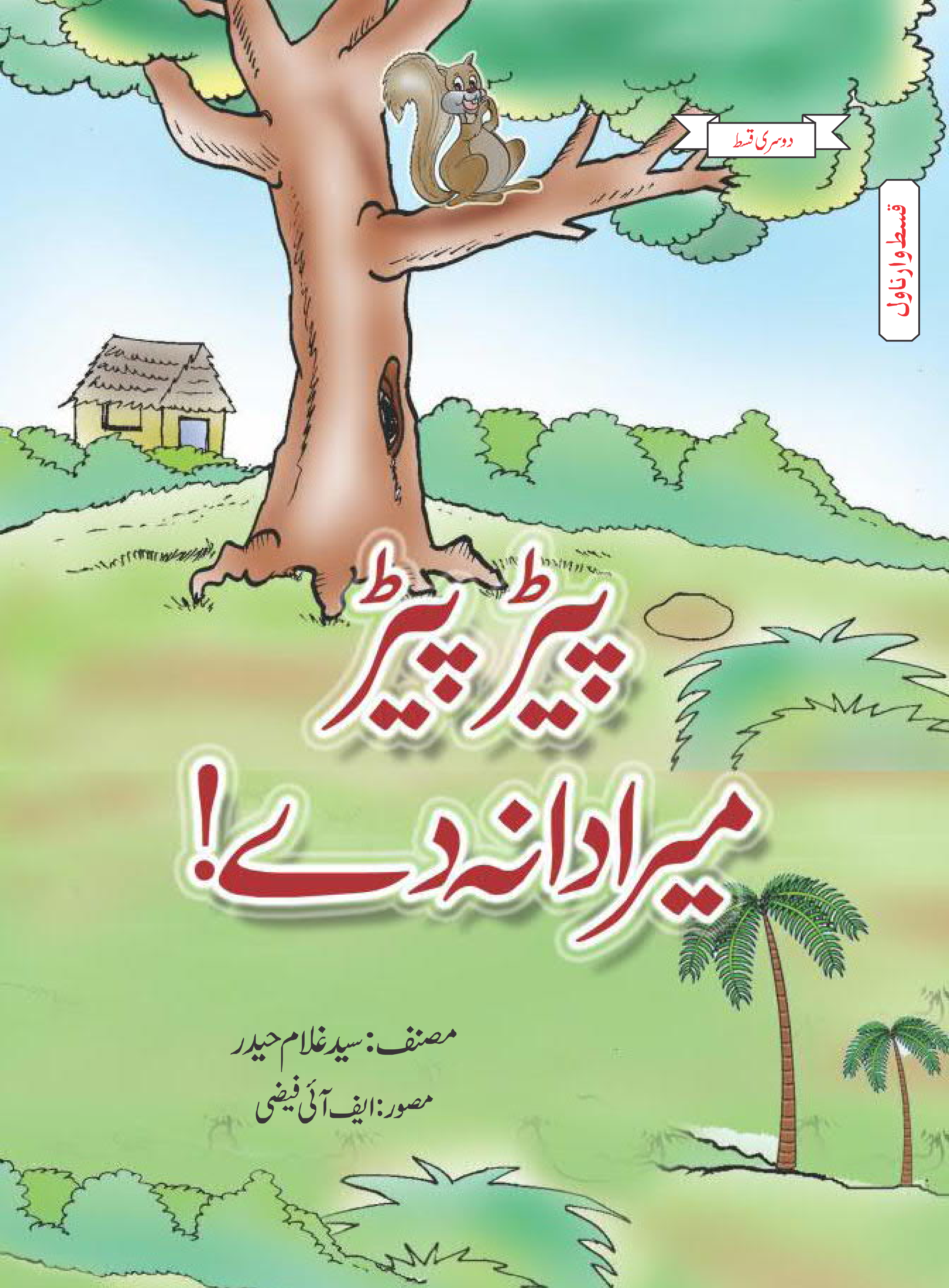

قسط وار ناول

دوسری قسط

پیڑ پیڑ میرا دانہ دے!

مصنف: سید غلام حیدر
مصور: ایف آئی فیضی

رانی راجا سے نہیں روٹھتی،
چوہیّا رانی کے کپڑے نہیں کاٹتی ......''

مگر میں چوہیّا کو پھر بھی نہیں پکڑوں گی ـــــ اور پیڑ کے نیچے تو سارے جانور آرام کرتے ہیں۔''

''مگر پیڑ میرا دانہ کیوں نہیں دیتا!؟''

●

اب کٹّو ایک ڈنڈے کے پاس پہنچی اور بولی ـــ ''ڈنڈے ڈنڈے تو بلّی کو مار!''

''کیوں؟ میں بلّی کو کیوں ماروں!؟'' ڈنڈے نے پوچھا۔

''پیڑ میرا دانہ نہیں دیتا،
بڑھئی پیڑ نہیں کاٹتا،
سپاہی بڑھئی کو نہیں پکڑتا،
راجا سپاہی کو نہیں نکالتا،
رانی راجا سے نہیں روٹھتی،
چوہیّا رانی کے کپڑے نہیں کاٹتی،
بلّی چوہیّا کو نہیں پکڑتی ......''

ڈنڈے نے کہا: ''مگر میں بلّی کو نہیں ماروں گا ـــــ اور میں تو خود پیڑ سے نکلا ہوں''

''مگر پیڑ میرا دانہ کیوں نہیں دیتا؟''

اس کے بعد کٹّو آگ کے پاس پہنچی اور کہا: آگ آگ تو ڈنڈے کو جلا دے

آگ نے پوچھا: ''میں ڈنڈے کو کیوں جلاؤں!؟''

''پیڑ میرا دانہ نہیں دیتا،

بڑھئی پیڑ کو نہیں کاٹتا،

سپاہی بڑھئی کو نہیں پکڑتا،

راجا سپاہی کو نہیں نکالتا،

رانی راجا سے نہیں روٹھتی،

چوہیا رانی کے کپڑے نہیں کاٹتی،

بلّی چوہیا کو نہیں پکڑتی،

ڈنڈا بلی کو نہیں مارتا''

''مگر میں ڈنڈے کو نہیں جلاؤں گی'' آگ نے کہا، ''اور ہاں پیڑ کی سوکھی لکڑی سے تو آگ جلتی۔''

''مگر پیڑ میرا دانہ کیوں نہیں دیتا؟''

تب کٹّو پانی کے پاس پہنچی۔ کٹّو نے کہا: ''پانی پانی تو آگ کو بجھا دے۔''

''کیوں؟'' پانی نے پوچھا

''پیڑ میرا دانہ نہیں دیتا،

بڑھئی پیڑ کو نہیں کاٹتا،

سپاہی بڑھئی کو نہیں پکڑتا،

راجا سپاہی کو نہیں نکالتا،
رانی راجا سے نہیں روٹھتی،
چوہیا رانی کے کپڑے نہیں کاٹتی،
بلّی چوہیا کو نہیں پکڑتی،
ڈنڈا بلی کو نہیں مارتا''
آگ ڈنڈے کو نہیں جلاتی......''

''مگر میں آگ نہیں بجھاؤں گا___اور ہاں پیڑوں کی وجہ سے تو بارش ہوتی ہے۔'' پانی نے کہا

•

پھر کٹو ہاتھی کے پاس گئی اور بولی: ''ہاتھی ہاتھی! تو سارا پانی پی جا!''

''میں سارا پانی کیوں پی جاؤں؟'' ہاتھی نے پوچھا

''پیڑ میرا دانہ نہیں دیتا،
بڑھئی پیڑ کو نہیں کاٹتا،
سپاہی بڑھئی کو نہیں پکڑتا،
راجا سپاہی کو نہیں نکالتا،
رانی راجا سے نہیں روٹھتی،
چوہیا رانی کے کپڑے نہیں کاٹتی،

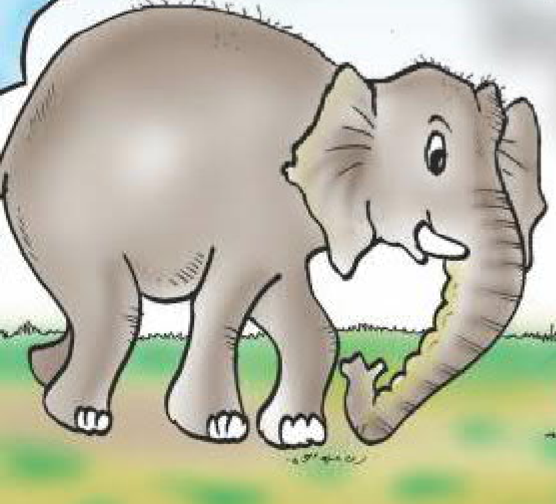

بلّی چوہیا کو نہیں پکڑتی ،

ڈنڈا بلّی کو نہیں مارتا''

آگ ڈنڈے کو نہیں جلاتی ،

پانی آگ کو نہیں بجھاتا......''

مگر میں سارا پانی نہیں پیوں گا۔ اور رہی پیڑ کی بات ۔ میں تو خود پیڑ کے پتّے کھاتا ہوں

کٹّو ، اُداس ہوگئی۔

''کوئی میری مدد نہیں کرتا!'' مگر اس نے ہمت نہیں ہاری۔

•

آخر کٹّو چھوٹی چیونٹی کے پاس پہنچی اور بولی :

''چھوٹی چیونٹی ، چھوٹی چیونٹی کیا تم میری مدد کروگی ؟''

''ہاں میں تمھاری ضرور مدد کروں گی !''

''تو چلو میرے ساتھ ـــــــ ہاتھی کی سونڈ میں گھُس جاؤ!''

''ہاں ، مجھے ہاتھی کے موٹے موٹے پیروں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں ہاتھی کی سونڈ میں کاٹ لوں گی !''

اور پھر چلے چیونٹی اور کٹّو ہاتھی کی طرف ـــــــ

اور ہاتھی کٹّو کے ساتھ چیونٹی کو دیکھ کر ڈر گیا ـــــــ اور وہ چلا۔

... جاری

مصدق حسن ساجد حسین

علم کیمیا کے بانی: جابر بن حیان

جابر بن حیان کو کیمسٹری (کیمیا) کا بانی کہا جاتا ہے۔ ان کی کوششوں اور محنتوں سے علم کیمیا کو کافی ترقی ملی۔ اس عظیم مسلم سائنس داں کا پورا نام جابر بن حیان تھا۔ کوفے کے عطار دحیان کے بیٹے تھے۔ 722 عیسوی میں خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔ 776 تک وہ کوفے میں ایک طبیب اور ماہر کیمیا کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے۔ جابر بن حیان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انھیں یونانی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے یونانی زبان کی بہت سی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ انھوں نے کیمیا کے سلسلے میں ایسی تحقیقات اور ایسے انکشافات کیے جن کا اس دور میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ دراصل ایک تجرباتی کیمیا داں تھے۔ ان کے نزدیک علم کے ساتھ ساتھ تجربہ بھی بہت ضروری تھا۔ کیمیائی آلات میں جابر کی سب سے اچھی ایجاد قرع انبیق ہے جس سے کشید کرنے، عرق کھینچنے اور ست یا جوہر تیار کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ ان کا ایک اور کارنامہ تین معدنی تیزابوں کی دریافت ہے۔ انھوں نے پھٹکری، قلمی شورے کا تیزاب اور ہیرا کیس سے گندھک کا تیزاب حاصل کیا۔

جابر بن حیان کے زمانے تک علم کیمیا کا مفہوم بہت محدود تھا۔ حیان نے اس علمی دائرے کو توڑا اور علمی تجربات سے بہت سی مفید چیزیں بنائیں۔ جابر نے لوہے کی زنگ سے ایسی دوات بنائی جو شاہی فرمان اور قیمتی دستاویز لکھنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ اسی دوات سے لکھی گئی تحریرات کو اندھیرے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ انھوں نے ایسا کاغذ بھی ایجاد کیا تھا جسے آگ بھی نہیں جلا سکتی تھی۔ جابر نے متعدد علوم وفنون پر کتابیں لکھیں۔ صرف کیمیا پر 22 کتابیں ہیں۔ بعض مورخوں نے ان کی کل کتابوں کی تعداد چار سو بتائی ہے۔ اسلامی عہد میں سنہری کارنامے انجام دینے والا یہ سائنس داں 817 میں انتقال کر گیا۔

■

Musaddique Hasan Sajid Husain
Sardar Primary School
Malegon Distt: Nashik (Maharashtra)

نصرت جہاں محمد انیس

چمکتے موتی

(1) کبھی کبھار حق پر ہونے کے باوجود خاموش رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ ہم ڈرتے ہیں بلکہ اس لیے کہ ہمیں رشتے بحث سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔

(2) نہ گورا رنگ حسن کی علامت ہے اور نہ کالا رنگ بدصورتی کی نشانی۔ کفن سفید ہوکر بھی خوف کی علامت ہے اور کعبہ کا غلاف کالا ہوکر بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(3) ہمیشہ اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بچنے کی کوششیں کرو کیونکہ انسان پہاڑوں سے نہیں پتھروں سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

(4) تنگ دستی میں سخاوت کرنا، غصے میں سچ بولنا اور طاقت ہوتے ہوئے معاف کرنا بہترین نیکی ہے۔

(5) اگر ہم سے غلطی ہوجائے تو ابلیس کی طرح دلیر نہیں ہونا چاہیے بلکہ معافی مانگ لینی چاہیے کیونکہ ہم ابن آدم ہیں ابن ابلیس نہیں۔

(6) پریشان ہونے والوں کو کبھی نہ کبھی سکون مل ہی جاتا ہے لیکن پریشان کرنے والے ہمیشہ سکون کی تلاش میں ہی رہتے ہیں۔

(8) پرندے اپنے پاؤں اور انسان اپنی زبان کی وجہ سے جال میں پھنستے ہیں اس لیے گفتگو میں نرمی اختیار کرو کیونکہ لہجوں کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔

(9) منہ پر کڑوا بولنے والے لوگ کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ ڈرنا تو میٹھا بولنے والوں سے چاہیے جو دل میں نفرت پالتے ہیں اور وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

(10) اپنے اخلاق کو پھولوں جیسا بنالو اور کچھ نہیں تو پاس بیٹھنے والا خوشبو تو حاصل کرے گا۔

■

Nusrat Jahan Mohd Anis
Lodhaya Jin, Pachora
Distt: Jalgaon - 424201 (Maharashtra)

زیبا ناز

حلیہ

اردو لشکری زبان ہے کیونکہ اس زبان کا خمیر مختلف زبانوں سے مل کر تیار ہوا۔ جیسے عربی ، فارسی ، ترکی ، انگریزی ، ہندی ، پرتگالی وغیرہ۔ دھیرے دھیرے اس نے اتنی ترقی کر لی کہ اس کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔

بہت سی کہاوتوں ، محاوروں اور حکایتوں نے اسے مالا مال کیا۔ جیسے محنت سے عظمت ہے ، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ، جو بویا سو کاٹا وغیرہ۔ اس قسم کی کہاوتوں کا مطالعہ کرتے وقت میرے ذہن میں کئی ایسے واقعات ابھرے جنھیں بھلانا میرے لیے آسان نہیں سو ایک قصہ میں آپ کو بھی سنا دوں۔

واقعہ بہت پرانا بھی نہیں۔ ہمارے پڑوس میں غفار نام کا ایک نہایت شریف آدمی رہا کرتا تھا۔ غفار کی نیکی کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ غفار بہت محنتی تھا خلوص اور پیار کا مجسمہ تھا ، ساتھ ہی فلاح و کامرانی کا جذبہ اس کے اندر اتنا زیادہ تھا کہ اس جذبے نے اس پر ایک جنونی کیفیت طاری کر دی تھی۔ وہ رات دن محنت اور لگن سے اپنے گھر پریوار کے لیے جدوجہد کرتا رہتا۔ دراصل اس کے کچھ خواب اولاد کے لیے تھے جنھیں پورا کرنے کے لیے ہر وقت بے قرار رہتا۔

جو کچھ وہ حاصل نہ کر سکا اسے اپنے بچوں کو دینا چاہتا تھا۔ انھیں لائق اور کامیاب دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لگن اور جستجو نے غفار کی راتوں کی نیند اور دن کا چین چھین لیا تھا۔ کولہو کے کارخانے میں بھاری بھاری پنڈے اِدھر سے اُدھر رکھنا غفار جیسے مضبوط اور طاقتور شخص کے لیے معمولی بات تھی۔ معلوم ہوتا تھا گویا اس کے اندر کوئی جن گھس گیا ہو۔ بیوی بچوں کی مسکراہٹ اور مسرت میں ہی اس کی ساری دنیا سمٹی ہوئی تھی۔

غفار کے تین بچے رقیہ ، کامران اور سعدیہ بہت ہونہار اور ہوشیار تھے۔ بچوں کی والدہ کامنی بھی بہت سلیقے مند خاتون

تھیں۔ پانچ افراد پر مشتمل غفار کی یہ چھوٹی سی حسین دنیا تھی۔ وہ اپنے گھر کو دیکھ کر اکثر کہا کرتا تھا کہ میں دنیا کا سب سے خوش نصیب آدمی ہوں شاید۔

غفار کی بڑی بیٹی رقیہ پڑھنے میں بہت تیز تھی۔ اس نے ہائی اسکول میں اتنے اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی کہ شہر بھر کا کوئی ایک طالب علم بھی اس کی برابری نہ کرسکا۔ رقیہ کی دوستوں نے پارٹی کی فرمائش کی ہفرمائش بجا تھی۔ غفار اور کامنی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر ایک چھوٹے سے پروگرام کا انعقاد کیا۔ رقیہ کی سہیلیاں بہت اونچے اور امیر گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ انھیں پروگرام بہت پسند آیا سب مل کر خوشیاں منا رہے تھے کہ ایک لمحہ کے لیے فضا میں خاموشی طاری ہوگئی۔ سب کی نظریں کھلنے والے دروازے کی طرف ہوگئیں۔

رقیہ کی سہیلی نے کہا: ارے ذرا دیکھو! وہ کون ہے؟

غفار نے گھر میں قدم تو رکھ دیے تھے لیکن اس کی نظریں اپنی بیٹی کو تلاش کررہی تھیں۔ رقیہ کو دیکھتے ہی وہ باہیں پھیلائے مسرت سے بھرے قدم آگے بڑھاتا ہے لیکن یہ کیا! قدم رک کیوں گئے؟

رقیہ نے اپنے والد کا حلیہ خراب دیکھ کر اپنی دوست سے کہا کہ یہ ہماری فرم کا ملازم ہے! کسی کام سے آیا ہوگا۔

بیٹی کی زبان سے نکلے یہ الفاظ غفار کے کانوں کے پردوں کو چیرتے چلے گئے۔

■

Dr. Zaiba Naaz
Nai Basti, Gali F K Cable,
Moradabad-244001 (UP)

اقوالِ زرّیں

- بلند حوصلہ انسان کے ہاتھ میں آکر مٹی بھی سونا ہوجاتی ہے۔
- جو بلندیوں پہ کھڑا ہوتا ہے اس کو زیادہ طوفان اور آندھیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- کوئی شے اتنی نقصان دہ نہیں جتنی کہ وقت کا ضائع کرنا۔
- محنت اتنی خاموشی سے کرو کہ تمھاری کامیابی شور مچادے!
- جو ٹھوکر لگنے سے پہلے ہوشیار ہوجاتے ہیں وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔
- عظمت طاقتور ہونے سے نہیں بلکہ طاقت کے صحیح استعمال میں ہے۔
- محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

■

Muskan Be Syed Khalique
Al-Hasnat Urud Junior College
Rasulpur, Taullaqa Raveer
Distt.: Jalgaon - 4255508 (Maharashtra)

محمد تنویر رضا برکاتی

خطرناک غلطیاں

- اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیے کا امیدوار رہنا۔
- کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا۔
- ہرانسان کے متعلق ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کرنا۔
- اپنا راز کسی دوسرے کو بتا کر اُسے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔
- اس خیال میں رہنا کہ ہمیشہ تندرست، خوبصورت اور توانا ہی رہوں گا۔
- کسی کو مصیبت میں دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہ کرنا۔
- کسی کو دھوکہ دے کر یہ سوچنا کہ وہ کبھی دھوکہ نہیں کھائے گا۔
- ناقابلِ اعتبار دوستوں سے مصیبت میں مدد کی امید رکھنا۔
- اس نیت سے گناہ کرنا کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا۔
- اپنے کو سب سے زیادہ لائق اور عقلمند آدمی تصور کرنا۔
- ہر ایک شریں زبان کو دوست سمجھ لینا۔
- جو کام خود نہ کر سکے دوسروں کے لیے ناممکن خیال کرنا۔
- اپنے والدین کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اُس کی توقع رکھنا۔
- بغیر نیکی اور عبادت کے آخرت میں ثواب اور جنت کی امید رکھنا۔
- آرام طلبی اور سستی کے ساتھ مراد پانے کی امید رکھنا۔
- لوگوں کی تکلیف میں حصہ نہ لینا اور پھر اُن سے ہمدردی کی امید رکھنا۔
- ہر ایک آدمی سے برا کرنا اور خود اچھائی کی امید کرنا۔

■

Mohammad Tanveer Raza Barkati
Barkate Habib Manzil 162/20
Hirirpura Burhanpur (MP)

انصاری صبا تحسین

انمول باتیں

* لوگوں سے یاد نہ کرنے کا شکوہ مت کرو کیونکہ جو انسان اپنے رب کو بھول سکتا ہے وہ سب کو بھول سکتا ہے۔
* دنیا نصیب سے ملتی ہے اور آخرت محنت سے جبکہ آج ہماری ساری محنت دنیا کے لیے ہے اور آخرت کو ہم نے نصیب پر چھوڑ دیا ہے۔
* انسان ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالہ۔ تالہ کھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔
* زندگی میں دو لوگوں کا بہت خیال رکھو۔ ایک وہ جس نے تمھاری جیت کے لیے بہت کچھ ہارا ہو۔ (باپ کا) دوسرے وہ جس نے تمھاری ہار کو جیت کہا ہو۔ (ماں کا)
* زبان کی تیزی اس ماں پر نہ چلاؤ جس نے تمھیں بولنا سکھایا۔
* کبھی بھی کسی کے چہرے کو مت دیکھو کیونکہ ظاہری شکل و صورت سے اکثر لوگ فریب کھا جاتے ہیں۔
* کسی بے قصور انسان کو ذلیل کرتے وقت آپ اسے اس کی اوقات یاد نہیں دلا رہے ہوتے، بلکہ اپنی اوقات دکھا رہے ہوتے ہیں۔
* اگر ہم اپنی مسکراہٹ کے لیے خدا کا شکر ادا نہیں کر سکتے تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اپنے آنسوؤں کا قصوروار اپنے رب کو ٹھہرائیں۔
* کسی کے ایمان کا اندازہ اس کے وعدوں سے لگاؤ۔
* ان کی خاموشی سے ڈرو جن کا آپ نے دل دکھایا ہے کیونکہ اگر انھوں نے کچھ کہا نہیں یا کیا نہیں تو بدلے میں اللہ ضرور کرے گا۔
* اونچائی پر چڑھتے وقت یہ خیال رکھو کہ تمھارے پاؤں سے اٹھتی ہوئی دھول کسی کی منزل نہ ختم کر دے۔
* انسان کے وجود سے بہت سی یادیں وابستہ ہوتی ہیں۔ شرط اتنی ہے تلخ یادیں بھلا دی جائیں اور اچھی یادیں جڑ سے محفوظ ہوں۔
* زندگی میں دوست کے ساتھ مذاق ضرور کرنا مگر مذاق میں کسی کی زندگی برباد نہ کرنا۔

■

Ansari Saba Tahseen Sajid Husain
Maulana Azad Urdu Girls High School
Molvi Ganj
Dhulia (Maharashtra)

محمد عرفان ملک

پھرتیلا و چالاک جانور چیتا

چیتا جنوبی افریقہ اور جنوبی ایشیا میں پایا جانے والا جانور ہے۔ اس کی الگ الگ قسمیں ہوتی ہیں۔ چیتا بہت ہی چالاک، موقعہ پرست اور پھرتیلا جانور ہے، جو کہ چھوٹے جنگلی جانوروں اور پالتو جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ اس کی خوراک کا شکار بننے والے جانور جیسے چھوٹے ہرن، گیدڑ، بندر، کتے، بھیڑ وغیرہ گاووں اور قصبوں کے باہری علاقوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اس لیے چیتا بھی گاؤں اور قصبوں کے ارد گرد چکر کاٹتا رہتا ہے۔ چیتا اپنے شکار کو منھ میں جکڑ کر آسانی سے درخت پر چڑھ سکتا ہے۔ اس کی نظر اور سننے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے۔ نر چیتا 2.15 میٹر لمبا ہوتا ہے جبکہ مادہ تقریباً 1.85 میٹر لمبی ہوتی ہے۔ نر چیتا کا وزن تقریباً 70 کلو اور مادہ چیتا کا وزن لگ بھگ 50 کلو ہوتا ہے۔ چیتے لال اور بھورے رِنگ کے ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر کالے رنگ کے دھبوں کا گُچھا ہوتا ہے۔ یہ زیادہ تر اکیلا ہی رہنا پسند کرتا ہے۔ ہر چیتے کا اپنا الگ علاقہ ہوتا ہے۔ چیتا تقریباً تین سال کا ہونے پر بچہ پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ عام طور پر مادہ چیتا ایک بار میں دو بچے پیدا کرتی ہے۔ اِس کا یہ وقت 49 سے 98 دنوں کا ہوتا ہے۔ چیتے کی اوسط عمر تقریباً 12 سے 16 سال ہوتی ہے۔

■

Mohd Irfan Malik
Dept of Persian, Urdu & Arabi
Punjabi University,
Patiyala - 147002 (Punjab)

آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہوگئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کرسکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کرلیں تو سمجھیے کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

■ جوابات اسی شمارے میں تلاش کریں

ہنسی کے غبارے

ایک دوست نے کھانے کے دوران اپنے ڈاکٹر دوست سے پوچھا ''کیا کھانے کے ساتھ کیڑے مکوڑے بھی کھائے جاتے ہیں؟''

ڈاکٹر دوست نے منہ بنا کر کہا ''یار کبھی خاموش بھی رہا کرو۔کھانے سے فارغ ہو کر بھی یہ بات پوچھی جا سکتی ہے۔''

کھانا کھانے کے بعد ڈاکٹر دوست نے کہا ''ہاں اب پوچھو، کیا جاننا چاہتے ہو۔''

''کچھ بھی نہیں'' دوست نے کہا۔

ڈاکٹر بولا ''تو کھانا کھانے کے دوران کیوں پوچھ رہے تھے؟

دوست نے کہا ''اس وقت وہ آپ کی پلیٹ میں تھا۔''

استاد نے شاگرد کے دیر سے آنے کی وجہ سن کر پوچھا ''ناصر! تمھاری سائیکل کی ٹکر کیسے ہوئی؟''

ناصر نے پوچھا ''آپ کو وہ سامنے بلدیہ کی عمارت نظر آ رہی ہے نا۔''

استاد نے کہا ''ہاں''

ناصر بولا ''بس جناب، مجھے وہ نظر نہیں آئی تھی۔''

دو بیوقوف ایک دکان سے گلاس خریدنے گئے۔ وہاں گلاس الٹے رکھے ہوئے تھے۔

پہلا بیوقوف بولا ''یار! یہ گلاس تو اوپر سے بند ہیں۔''

دوسرا گلاس کو الٹ کر بولا ''اور ان کے پیندے بھی ٹوٹے ہوئے ہیں''

ایک دوست (دوسرے سے) ''جب میں بیمار ہوتا ہوں تو ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں تاکہ ڈاکٹر کا کاروبار چلے، کیونکہ ڈاکٹر کو بھی زندہ رہنا ہے۔ اس کے بعد میں کیمسٹ کے پاس جاتا ہوں اور اس سے دوا خریدتا ہوں، اس کا کاروبار بھی چلے۔''

دوسرا دوست: اس کے بعد گورکن کے پاس قبرستان چلے جایا کرو تاکہ اس کا کاروبار بھی چلے''

مالک (نوکر سے) ''تم کتنے گندے آدمی ہو؟ کبھی نہاتے بھی نہیں۔''

نوکر ''جناب! پہلے میں ایک ڈاکٹر کے پاس نوکر تھا۔ وہ کہتے تھے کہ پیٹ بھرنے کے گھنٹے بعد نہانا چاہیے لیکن جب سے یہاں آیا ہوں ایک بار بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا، نہاؤں کیسے؟''

شیخ سمرین فاطمہ محمد

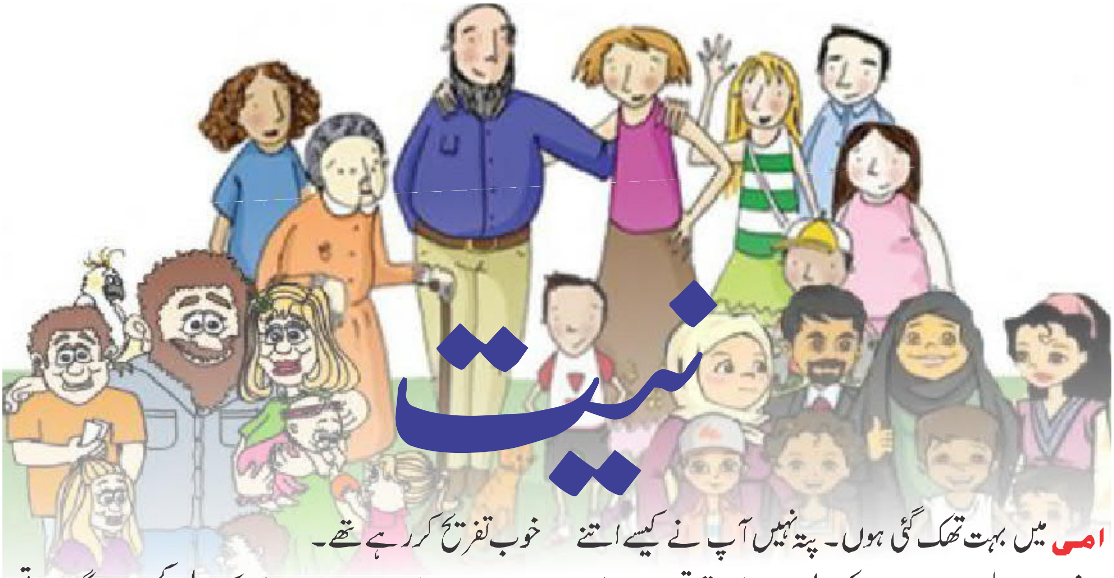

نیت

امی میں بہت تھک گئی ہوں۔ پتہ نہیں آپ نے کیسے اتنے رشتے نبھا لیے۔ اتنے بچوں کو پال لیا۔ میں تو تین دن میں تھک گئی۔ آپ تو گھر کی بڑی تھیں، کیسے نندوں اور دیوروں کی شادیوں میں دادی جان کے ساتھ رہیں۔ نانا جان تو بہت امیر آدمی تھے لیکن ابو کی آمدنی تو بہت کم تھی۔ ہمارا ددھیال تو بہت بڑا تھا اور جوائنٹ سسٹم پھر آپ کے بھی آٹھ بچے۔ سب کو پڑھایا لکھایا قابل بنایا، دینی اور دنیاوی تربیت کی، پھر سب کی شادیاں کیں۔ اب مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں اور کبھی اظہار تک نہیں کیا۔

آج امی کا فون آیا تو صبا پھٹ پڑی۔ اس کا دل رونے کو چاہ رہا تھا۔ پہلے رمضان سے اس کی چھوٹی نند اپنے بچوں کے ساتھ حیدرآباد سے اپنی والدہ اور بھائی کے پاس آئی ہوئی تھی۔ اگرچہ تین سال بعد آئی تھی لیکن عید کر کے جانے کا ارادہ تھا۔ آج تیرہواں روزہ تھا۔ صبا کا ایک ایک دن بھاری ہو رہا تھا۔ سارا روٹین بچوں کی چھٹیوں اور رمضان کی وجہ سے آؤٹ ہو چکا تھا۔ اوپر سے نند کے آنے سے بچے بہت خوش تھے۔ اپنے کزنس کے ساتھ مل کر چھٹیوں میں خوب تفریح کر رہے تھے۔

وہ دو بجے سے سحری بنانے کے لیے کچن میں لگ جاتی تھی۔ اگرچہ نند اس کے ساتھ مستقل لگی رہتی لیکن ذمے داری تو صبا کی ہی تھی۔ فجر کے بعد چند گھنٹے کی نیند ہوتی پھر ضعیف ساس کے لیے اٹھ کر ان کو ناشتہ دینا، دوپہر کے لیے ان کا پرہیزی کھانا بنانا، پھر جن چھوٹے بچوں کا روزہ نہ ہوتا ان کے کھانے کا انتظام کرنا۔ صبا کی نند صالحہ بہت سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ اس نے صبا کی کئی ذمے داریاں اپنے ذمے لے لی تھیں۔ اپنی والدہ کو سنبھالنا ان کا پرہیزی کھانا بنانا اور ان کو کھلانا، یہ سب اس نے یہ کہہ کر اپنے ذمے لے لیا تھا کہ یہ نیکی تو دن رات آپ ہی کما رہی ہیں۔ میں تو دور ہوں۔ اس لیے جب تک میں ہوں مجھے ماں کی خدمت کا موقع دیں۔

صبا ہمیشہ پر تکلف کھانوں اور افطاری کا اہتمام کرتی تھی۔ ہر بچے کی الگ پسند کی افطاری اور کھانا ہوتا تھا جس سے ٹیبل بھر جاتی تھی۔ یہ اس کی نظر میں برکت تھی لیکن یہ سسٹم صالحہ نے آ کر تبدیل کروا دیا۔ افطاری روزانہ پر تکلف نہ ہونا اور کھانے میں ایک ڈش اور وہی سحری میں۔ شروع میں صبا کو

عجیب سا لگا۔لیکن ایک دو دفعہ ایسا کرنے سے سہولت محسوس ہوئی اور سب سے بڑھ کر اس کے نخریلے بچے صالحہ کے بچوں کے ساتھ مل کر جو ایک چیز بنتی، وہی بغیر کسی شکایت کے کھالیتے۔صبا کو احساس ہو رہا تھا کہ جس چیز کو وہ برکت خیال کر رہی تھی وہ تو اصل میں فضول خرچی تھی۔

اب صبا کو یہ سسٹم اچھا تو لگ رہا تھا،لیکن اس کی الجھن اور ذہنی تھکاوٹ کی وجہ اس کی ضعیف ساس تھیں جو ہمیشہ سے مشرقی روایتی ساس رہی تھیں۔ بیماری اور بڑھاپے نے ان کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا کر دیا تھا۔ان کو اپنی بیٹی کا کام کرنا، سادہ کھانا کھایا، اپنی بہو کی لاپرواہی محسوس ہو رہی تھی۔وہ روٹین میں صبا کے پرتکلف کھانوں کو دیکھتی رہی تھیں اور صبا کے میکے والوں کے آنے پر ہونے والے اہتمام بھی ان کے ذہن میں تھے جس کی وجہ سے ماحول میں کھنچاؤ سا پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے صبا بیزار تھی اور آج سارا دکھ ماں سے کہہ ڈالا۔

نفیسہ بیگم سمجھدار اور سنجیدہ خاتون تھیں۔انھوں نے صبا کی ایک ایک بات غور سے سنی۔ جب اس کا دل ہلکا ہو گیا تو اپنے روایتی شفقت بھرے انداز میں بیٹی سے کہا۔صبا! تم سے کس نے کہا میں نے تکلیفوں میں زندگی گزاری۔اگر نانا جان امیر آدمی تھے تو یہ میری ماں کا نصیب تھا۔میرا نصیب تو میرے شوہر کے ساتھ جڑا تھا۔تمھارے بابا کی آمدنی شروع میں کم تھی،لیکن وقت کے ساتھ ان کی محنت میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں عطا کی تھیں۔تمھاری دادی نے اپنے بچوں کی تربیت میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔تمھارے بابا نے جو عزت اور اعتماد مجھے دیا وہی میری زندگی کا سرمایہ تھا۔میں نے جو کام بھی کیا اپنے شوہر کی خواہش کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جس پر ہمیشہ ان کا اعتماد حاصل رہا۔سسرال میں عزت ملی اور میں نے بھی ہر کام نیکی سمجھ کر کیا۔وقت کے ساتھ پختگی آتی گئی اور کمزوریاں دور ہوتی گئیں جو تم سب بہن بھائیوں کی تربیت میں کام آئی۔

بیٹی میرا تو تجربہ ہے کہ اگر ہر ذمے داری اور ہر رشتے کو نیکی سمجھ کر نبھاؤ تو اللہ تعالیٰ بڑا خوش ہوتا ہے۔ برکت بھی دیتا ہے اور آسانیاں بھی پیدا کرتا ہے۔بیٹی تمھارا شوہر تمھیں بہت عزت دیتا ہے۔تماری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے سرگرم رہتا ہے۔ مالی طور پر مضبوط ہے۔تم پر اعتبار کرتا ہے۔بیٹی یہ عزت اور اعتبار کا رشتہ محبت سے بڑھ کر ہوتا ہے۔اگر تم رمضان میں نفلی عبادتوں کے لیے ٹائم نہیں نکال پا رہی ہو تو تم صرف اپنی نیت کو بدلو۔ ہر کام نیکی سمجھ کر کرو۔گھر کے کام کاج، بچوں کی پرورش، مہمان نوازی، افطاری کرانا، سحری کا انتظام، بزرگوں کا خیال، ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرو۔نفلی عبادات سے زیادہ انشاء اللہ اجر کی مستحق ہوگی۔ بیٹی تمھاری نند کا آنا تو سراسر رحمت ہے۔اس نے تمھارے لیے کتنی آسانیاں پیدا کی ہوئی ہیں جو بچوں کی تربیت میں بھی کام آئیں گی۔رہا ساس کا رویہ تو یہی تلخ و شیریں رشتوں اور رویوں کو نبھا کر ہی جنت کی امیدوار بن سکتی ہو۔

صبا کو اپنی سوچ پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ نفیسہ بیگم کی نصیحت نے اس کی اندرونی کیفیت کو بدل دیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی اور ہر لمحہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کا دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھی۔ صبا وہی تھی، کام وہی تھے،صرف نیت کے بدل جانے سے رویے بھی بدل گئے اور نتائج بھی۔

■

Shaikh Samreen Fathama Mohammed
Nida Junior College, Udgir
Distt.: Latur - 413517 (Maharashtra)

عرشیہ بی شیخ افضل

پہلے کام پھر آرام

کسی گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ وہ صبح صبح اپنے کھیت میں کام کے لیے جاتا اور شام کو لوٹ آتا۔ ایک مرتبہ وہ کھیت میں ہل چلا رہا تھا کہ اسے ایک ہیرا ملا۔ ہیرا پا کر کسان بہت خوش ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس کو بیچ کر خوب روپیہ کماؤں گا اور شہر میں جا کر رہوں گا۔ اپنے بچوں کو پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بناؤں گا۔ کسان سیدھا جوہری کے پاس گیا۔ جوہری نے جب ہیرا دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے کسان سے پوچھا تمھیں یہ ہیرا کہاں سے ملا۔ کسان نے اسے پوری کہانی سنائی۔ جوہری نے سننے کے بعد کہا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں یہ ہیرا خرید سکوں۔ تم یہ ہیرا لے کر بادشاہ سلامت کے پاس جاؤ۔

کسان وہاں سے بادشاہ سلامت کے دربار میں پہنچا۔ اس نے بادشاہ کو ساری حقیقت بتائی اور ہیرا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ ہیرا دیکھ کر بادشاہ حیران رہ گیا کیونکہ اس کے خزانے میں بھی اتنا قیمتی ہیرا نہیں تھا۔ کچھ دیر بادشاہ سوچتا رہا اور بولا میرے خزانے میں قیمتی موتی اور اشرفیاں ہیں۔ میں تمھیں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں تم وہاں جا کر جو لینا چاہو لے لو۔ کسان نے کہا جیسا بادشاہ حکم دیں۔ بادشاہ نے اپنے نوکر سے کہا اسے خزانے والے کمرے میں پہنچا دو اور ایک گھنٹے بعد باہر نکال دینا۔ نوکر کسان کو خزانے کے کمرے میں لے گیا۔ کسان اتنا بڑا خزانہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہاں ایک آرام دہ مخملی بستر بچھا ہوا تھا۔ کسان نے سوچا ابھی بہت وقت ہے پہلے تھوڑا آرام کرلوں پھر جو چاہوں گا لے لوں گا۔ چنانچہ وہ بستر پر لیٹا اور اسے نیند آ گئی۔ ایک گھنٹے کے بعد بادشاہ کا نوکر وہاں آیا اسے جگا کر کہا اٹھو! ایک گھنٹہ ہو چکا ہے۔ اب باہر نکلو کسان نے کہا ابھی تو میں نے یہاں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ میں باہر نہیں جاؤں گا مگر نوکر نے کھینچ کر اسے خزانے کے کمرے سے باہر نکال دیا۔ کسان روتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچا اور ساری بات کہہ سنائی۔ بادشاہ نے کہا بے وقوف میں نے تمھیں ایک گھنٹہ دیا تھا وہ تم نے سو کر گزار دیا۔ وقت کی قدر نہیں کی۔ جاؤ! اب دوبارہ کھیت میں کام کرو۔ یہی تمھاری سزا ہے۔ یہ سن کر کسان بہت رویا۔ اس کے سارے خواب ٹوٹ گئے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر بادشاہ کو اس پر ترس آ گیا۔ اس نے کسان کو ڈھیر ساری اشرفیاں دیں اور کہا وقت کی قدر کرنا سیکھو۔ کسان بادشاہ کی رحم دلی پر بہت خوش ہوا۔ وہاں سے وہ اس ارادے کے ساتھ رخصت ہوا کہ اب ہمیشہ پہلے کام کروں گا پھر آرام کروں گا۔

■

Arshia Bi Shaikh Afzal
Class: IX
Al-Hasanat Urdu High School
Rasulpur (Maharashtra)

بشریٰ پروین عبدالقدیر، عبدالرشید اردو اسکول آکوٹ، ضلع آکولہ، مہاراشٹر

زبیدہ نسیم، چھتہ بڑ، کتراس، دھنباد، بہار

سید ابو عمر فاطمی، درجہ نہم، پنڈت مدن موہن مالویہ سینئر سیکنڈری اسکول، سلیم پور، دہلی

نرگس پروین عبدالوحید، عبدالرشید اردو اسکول آکوٹ، ضلع آکولہ، مہاراشٹر

خان ام حبیبہ نظیر، درجہ دہم، نیشنل ہائی اسکول، شاردا سرکل، ناسک، مہاراشٹر

صوفی پروین، جی این آزاد اردو ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج، واڈے گاؤں، اکولہ، مہاراشٹر

ننھے فنکار

زید معروفی، درجہ چہارم، ہیریٹج انٹرنیشنل اسکول، ناگپور، مہاراشٹر

جمال احمد شیخ عارف، درجہ ہشتم، نور اردو ہائی اسکول، دھولیہ، مہاراشٹر

نورعین فاطمہ عبدالمتین، عبدالرشید اردو اسکول آکوٹ، ضلع آکولہ، مہاراشٹر

ذوالقرنین عبدالوہاب، درجہ ششم، مالیگاؤں، مہاراشٹر

روزہ ناز شیخ حسن، مولانا آزاد اردو ہائی اسکول، ناندورہ، مہاراشٹر

عائشہ مہرین مدثر اللہ خان، درجے کے جی II، اکوٹ، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

اردو فیس بک

اپریل 2018 کے شمارے میں جناب افتخار انیس حمیدی صاحب کی کہانی 'گمشدہ گڈی' کافی پسند آئی۔ اتفاقاً میں بھی اسرار احمد (ابن صفی) کے جاسوسی ناولوں کا دلدادہ ہوں۔ میرے پاس 'فریدی-حمید سیریز' کے تقریباً 17-16 ناول ہیں۔ میں قارئین کو صلاح دیتا ہوں کہ وہ بھی ابن صفی کے ناولوں کا مطالعہ کریں۔ اسی شمارے میں مضمون 'کتاب میلہ' کے مصنف شیخ محمد لیئع آصف اقبال شاید اردو کے مشہور شاعر آصف اقبال ہی کے فرزند ہیں جن کا کالم 'بوئے گل' ماہنامہ 'گل بوٹے' میں شائع ہوتا ہے۔ مئی 2018 کے شمارے میں کہانی 'کوے کے پرَ' سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنایا ہے، ہمیں اسی طرح رہنا چاہیے اور قناعت کرنی چاہیے۔

خان احتشام آصف، 266 سنگم نگر، ممبئی، مہاراشٹر

میں شیخ یاسمین کلیم گذشتہ کئی مہینوں سے 'بچوں کی دنیا' بے حد پابندی سے پڑھتی ہوں۔ اس میں بہت ساری معلومات ہوتی ہیں۔ خاص طور پر ایسی معلومات جو تعلیم کی جانب ہمارے رجحان میں اضافہ کرتی ہے۔ واقعی بچوں کی دنیا ہم سب طلبہ و طالبات کے لیے نایاب اور قیمتی تحفہ ہے جو ہمیں ہر مہینے مل جاتا ہے۔ انکل! ہمارے اسکول جونیئر کالج میں مضمون نویسی کا مقابلہ ہوا تھا جس میں دو گروپ جونیئر اور سینئر گروپ تھے۔ سینئر گروپ سے میں نے دوسرا انعام سلور میڈل جیتا۔ میرا مضمون 'تعلیم: رہنمائے زندگی' تھا جس پر میں نے خود مضمون تیار کیا تھا اور اب میری خواہش ہے کہ میرا یہ عنوان آپ کی کتاب میں شائع ہو جسے پڑھ کر سبھی کو معلومات حاصل ہو۔ میں یہ مضمون لکھ کر بھیج رہی ہوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ میرا یہ مضمون ضرور شائع کریں گے جس سے مجھے آگے لکھنے میں ضرور حوصلہ ملے گا۔

شیخ یاسمین کلیم، نور اردو جونیئر کالج آف آرٹس، دھولیہ مہاراشٹر

مجھے 'بچوں کی دنیا' بہت پسند ہے۔ پہلی دفعہ میری پھوپھی نے مجھے یہ رسالہ لا کر دیا تھا۔ پہلے مجھے اردو پڑھنی نہیں آتی تھی لیکن اب میں نے اردو سیکھ لی ہے اور 'بچوں کی دنیا' آسانی سے پڑھ لیتی ہوں۔ میرے دادا بھی اسے پڑھتے ہیں۔ ہمارے بہن بھائیوں کو بھی یہ رسالہ پسند ہے۔ ہم سب بے صبری سے ہر ماہ اس کا انتظار کرتے ہیں۔

حبیبہ خاتون بنت نثار احمد، مانک پیر، کانکی نارہ، 24 پرگنہ، مغربی بنگال

مارچ کے شمارے میں مولانا عبدالماجد دریابادی کے بارے میں پڑھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی۔ میں ان کی 'آپ بیتی' کوئی چار پانچ مرتبہ پڑھ چکی ہوں۔ کتابوں سے ان کی محبت، وقت کی پابندی اور دیگر بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ نیز ڈزنی لینڈ پڑھ کر مزہ آگیا اور میرے دل میں بھی اس کی سیاحت کا شوق جاگ اٹھا ہے۔ خوابوں کی دنیا، یا پھر جادوئی دنیا، جو بھی کہیں بہرحال مجھے وہ مضمون پڑھتے ہوئے ایسا لگا جیسے میں واقعی ڈزنی لینڈ کی سیر کر رہی ہوں۔ بچوں کی دنیا پورے کا پورا ہماری پسند کے مطابق سجا ہوا ہوتا ہے۔

سحر اسعد، جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، وارانسی، یوپی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

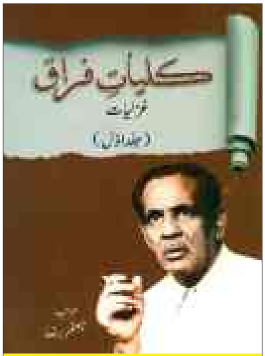

صفحات:556(اول)576(دوم)، قیمت:520 روپے

صفحات:302،قیمت:145 روپے

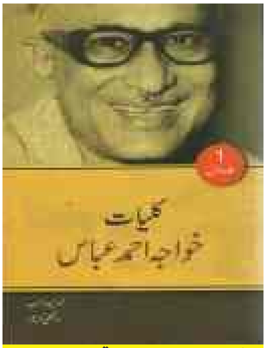

صفحات(سیٹ):3923+30 قیمت:1935 روپے

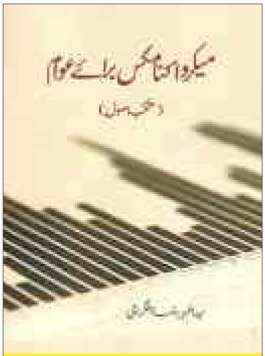

صفحات:196، قیمت:110 روپے

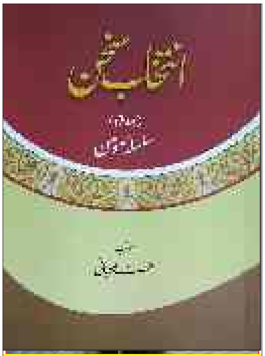

صفحات:326، قیمت:155 روپے

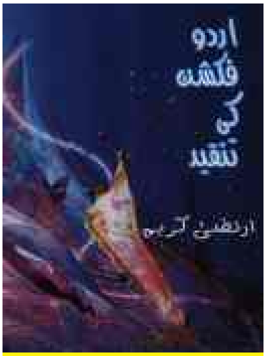

صفحات:546، قیمت:230 روپے

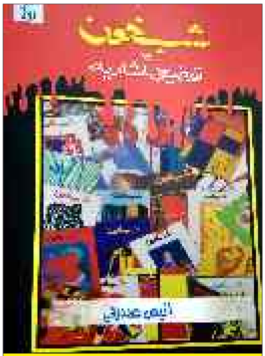

صفحات:1374، قیمت:530 روپے

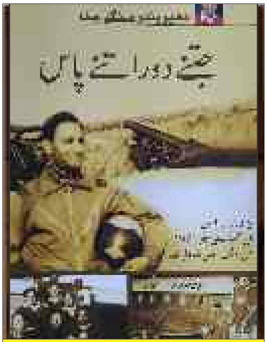

صفحات:289، قیمت:140 روپے

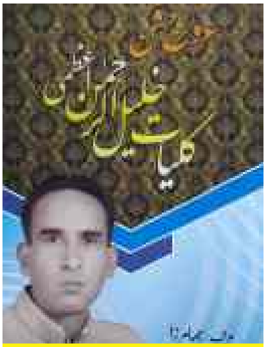

صفحات:260، قیمت:145 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746 فیکس:011-26108159 E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, September 2018, Vol. 06, Issue: 09
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439-2016-18
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/08/18
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

صفحات:112، قیمت: 25 روپے

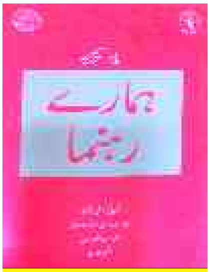

صفحات:106، قیمت: 35 روپے

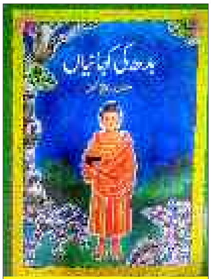
صفحات: 80، قیمت: 65 روپے

صفحات:80 ، قیمت:35 روپے

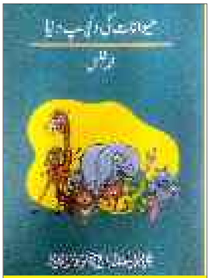
صفحات:83 ، قیمت: 24 روپے

صفحات:61، قیمت: 20 روپے

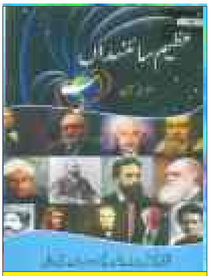
صفحات: 63، قیمت: 16 روپے

صفحات: 64 ، قیمت:19 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Prof. Syed Ali Karim, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.